درس نظامی کے طلباء کیلئے
بیش بہا اور گرانقدر تحفہ
عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اما بعد! "فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ مسلم)
شرح ام الکتاب فی تفسیر بیضاوی
مع مشکوۃ المصابیح کے 40 فقہی مسائل
بنام
مَجْمَعُ السَّارِی
اللہ
رسول
محمد
مؤلف
مفتی محمد طلحہ ارشاد
ناظم اعلیٰ: مدرسہ عربیہ زینت القرآن
ناظم تعلیمات: مدرسہ عربیہ منبع العلوم
ڈائریکٹر: الارشاد اسلامک اکیڈمی پاکستان

عن جابرٍ رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ "امابعد! فإنَّ خيرَ الحديثِ كتابُ الله و خيرَ الهُدٰى هدىُ محمد ﷺ"

شرح اُمُّ الکتاب فی تفسیر بیضاوی مع مشکوٰۃ المصابیح کے ۴۰ فقہی مسائل

مَجمعُ الساری

مؤلف

مولانا مفتی محمد طلحہ ارشاد

ناظم اعلیٰ: مدرسہ عربیہ زینت القرآن

ناظم تعلیمات: مدرسہ عربیہ منبع العلوم

ڈائریکٹر: الارشاد اسلامک اکیڈمی پاکستان

نظرثانی

مولانا محمد مدثر غفار صاحب

مہتمم: مدرسہ عربیہ زینت القرآن

معاون ڈائریکٹر: الارشاد اسلامک اکیڈمی پاکستان

نام کتاب:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجمع الساری

مؤلف:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفتی محمد طلحہ ارشاد

نظر ثانی:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا محمد مدثر غفار صاحب

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے مربی و مشفق والد حضرت اقدس حافظ محمد ارشاد الحق صاحب اطال اللہ بقائہ مدرس جامعہ خیر العلوم اور والدہ محترمہ حفظہا اللہ کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کی دعاؤں اور کاوشوں سے میں قلم پکڑنے اور کچھ سطور لکھنے کے قابل ہوا۔

☆......☆......☆

مقدمہ

ایک وقت تھا کہ درس نظامی پر مشتمل کتب صرف و صرف حصولِ علم کی خاطر پڑھی جاتی تھیں۔ اس لیے طالب علم ہر کتاب کو حاشیہ کی مدد سے حل کرنے کی کوشش کرتا، اور پھر شروحات کا دور شروع ہوا تو طالب علم کے لئے کتاب کے حل کرنے میں آسانی ہوگئی۔ لیکن جب سے درس نظامی کی اسناد پر ملازمتوں کا حصول ممکن ہوا ہے، تب سے امتحان میں کامیابی کے ساتھ ساتھ اعلیٰ نمبروں میں کامیابی کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہو گیا ہے۔ اسی بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے راقم نے تفسیر بیضاوی اور مشکوٰۃ المصابیح کا انتخاب کیا ہے۔

مذکورہ دونوں کتابیں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے عالیہ سالِ اول کے نصاب میں شامل ہیں۔ اور ان دو کتب کے وفاق کے تحت تین پرچے ہوتے ہیں۔ ایک تفسیر بیضاوی کا اور دو مشکوٰۃ شریف کے۔ گویا اس مجموعہ کی مدد سے طالب علم تین پرچوں کی تیاری آسانی کے ساتھ کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ دونوں کتابیں برصغیر پاک و ہند کے تقریباً ہر مدرسہ کے درسِ نظامی کے نصاب میں شامل ہیں۔

لہٰذا! طلباء کرام سے گزارش ہے کہ وہ اصل کتابیں محنت سے پڑھیں اور اس مجموعہ سے امتحان کی تیاری کے لئے استفادہ کریں، تاکہ علم کی پختگی کے ساتھ ساتھ امتحان میں کامیابی ممکن ہو۔

میں ان تمام دوست احباب کا جنہوں نے اس مجموعہ کی تیاری میں میرا جس انداز میں بھی ساتھ دیا بالخصوص عزیزم مولانا محمد مدثر غفار صاحب، مولانا محمد ابوبکر راجپوت صاحب، عزیزم بھائی محمد دانیال حسین صاحب اور عزیزم بھائی محمد اسد ارشد صاحب کا شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے قبول فرمائے۔ آمین

محمد طلحہ ارشاد

☆......☆......☆

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Molana
Muhammad Ilyas Ghumman
Cell:0300-4677615
E-mail: ilyasghumman@gmail.com
www.ahnafmedia.com

سرپرست خانقاہ و مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا ● امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ ● چیف ایگزیکٹو احناف میڈیا سروسز

تاریخ: 18 دسمبر 2022ء حوالہ: ت-115

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم أما بعد!

تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف "التفسیر البیضاوی" کو درسِ نظامی میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دورِ تالیف سے لے کر اب تک کی تقریباً سات صدیوں سے یہ تفسیر علمائے امت کے زیرِ مطالعہ رہی ہے۔ مفسر علام قاضی ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر البیضاوی علیہ الرحمۃ (ت685ھ) نے حد درجہ اخلاص اور محنت شاقہ سے اسے تصنیف کیا۔ حکمت وکلام کی ابحاث، اعراب ومعانی کا تذکرہ، اشتقاق ولغات کے بیان کے ساتھ ساتھ عمدہ لطائف ونکات سے اس تفسیر کو مزین کیا ہے۔ جزاہ اللہ عن جمیع الامۃ احسن الجزاء۔

اہلِ علم نے تفسیر بیضاوی کی کئی شروح وحواشی تحریر فرمائے ہیں۔ "مجمع الساری شرح تفسیر البیضاوی" بھی سلسلہ شروحات کی ایک اہم کڑی ہے جسے عزیزم مفتی محمد طلحہ ارشاد سلمہ اللہ (ناظم اعلیٰ مدرسہ عربیہ زینت القرآن خیر پور تامیوالی، بہاول پور) نے تحریر فرمایا ہے۔ بندہ نے اس شرح کے ابتدائی صفحات دیکھے ہیں۔ ماشاء اللہ موصوف نے بہت محنت سے کام کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ شرح حلِ عبارت اور فہمِ مطالب میں مفید ثابت ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزم مفتی محمد طلحہ ارشاد سلمہ اللہ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور قارئین کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔

والسلام

محتاجِ دعا

محمد الیاس گھمن

تقریظ

شیخ التفسیر، استاذ الحدیث حضرت اقدس مولانا عبدالستار صاحب صابر دامت برکاتہم العالیہ

مدرس: جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی ضلع بہاولپور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد! تمام اہل ایمان اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ دین اسلام کا اولین ماخذ قرآن کریم اور دوسرا ماخذ سنت نبوی ہے، حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب تک امت ان دو ذرائع ہدایت وکامیابی کو مضبوطی سے پکڑے رہے گی ،ہر طرح کی ضلالت وجہالت سے محفوظ وسلامت رہے گی۔

چنانچہ ہر عصر وزمان میں اساطین امت اور علماء ملت نے ان دونوں خزانوں کی حفاظت وخدمت کا جس قدر اہتمام التزام کیا ہے، یقیناً کسی اور علم وفن کی خدمت کا اتنا اہتمام نہیں کیا۔ چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فیض الباری میں فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی تقریباً دو لاکھ تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ قاضی صاحبؒ کی ''انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف بہ تفسیر بیضاوی'' اس سلسلہ کا ایک اہم اور بڑا نام ہے۔ اس کے امتیاز اور انفراد کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ برصغیر کے تقریباً تمام مدارس دینیہ میں یہ کتاب زیر تدریس اور داخل نصاب ہے۔ اور ہر زمانہ میں جید اہل علم حضرات نے اس (کتاب) کو حل کرنے کے لئے مبسوط ومختصر، عربی، اردو وغیرہ زبانوں میں اس کی شروح وحواشی لکھی ہیں۔

اب ایک جدید طرز اور نئی کوشش کے طور پر سوال جواب کی صورت میں مدرسہ عربیہ زینت القرآن خیر پور ٹامیوالی کے استاذ محترم برخوردار جناب حضرت مولانا مفتی محمد طلحہ ارشاد صاحب فاضل جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی نے اردو زبان میں صرف سورۃ فاتحہ کی تلخیص فرمائی ہے۔

جس میں مذکورہ کتاب کو سہل جامع ومانع الفاظ وانداز میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بندہ کے خیال میں مذکورہ شرح اساتذہ وتلامذہ کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔ اللہ موصوف کی اس کوشش کو قبول فرما کر شرح مذکور کو مقبول عام وخاص بنائے۔ آمین ثم آمین

عبدالستار صابر

☆ ☆ ☆

تقریظ

پروفیسر مولانا مفتی محمد شہزاد مسعود صاحب گورنمنٹ ڈگری کالج خیر پور ٹامیوالی (شعبہ اسلامیات)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد! یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ تمام اشخاص یکساں فہم وقابلیت کے حامل نہیں ہوتے، ان کی استعداد اور صلاحیتوں میں بڑا تفاوت ہوتا ہے۔ اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے اور اس لئے کہ اتنی اہم تفسیر سے ہر آدمی نفع اٹھا سکے مفتی محمد طلحہ ارشاد نے عام فہم انداز میں یہ مجموعہ مرتب کیا ہے۔ مصنف نے اپنی استعداد کے مطابق بڑی عرق ریزی سے کام کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس مجموعہ کا نفع عام فرمائے اور جو لوگ اس کار خیر میں معاون رہے ہیں ان کے کے لئے اور مفتی محمد طلحہ ارشاد کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

محمد شہزاد مسعود

حصہ اول (سورۃ الفاتحہ فی تفسیر بیضاوی)

سوال: قاضی بیضاویؒ نے سورۃ فاتحہ کے کتنے نام ذکر کیے ہیں، ان کے نام مع وجہ تسمیہ سپرد قلم کریں۔

جواب: قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ سورہ فاتحہ کے 14 نام مع وجہ تسمیہ ذکر کررہے ہیں۔

(1) فاتحۃ الکتاب (2) ام القرآن (3) اساس القرآن (4) سورۃ الکنز (5) وافیہ (6) کافیہ (7) حمد (8) شکر (9) دعا (10) تعلیم المسئلہ (11) صلوٰۃ (12) شافیہ (13) شفاء (14) سبع مثانی

وجہ تسمیہ

فاتحۃ الکتاب: قرآن کریم کا آغاز اسی سورت سے ہوتا ہے، ابتدا ہونے کے اعتبار سے گویا سورۃ فاتحہ قرآن کی اصل اور منشاء ہے اس لئے اس کو فاتحۃ الکتاب کہتے ہیں۔

ام القرآن: ام کے معنی ہیں "اصل"۔ اس کو ام القرآن کہنے کی تین وجہیں ہیں۔

1۔ پورے قرآن کا تعارف سورۃ فاتحہ میں ہے اس لیے اسے ام القرآن کہتے ہیں۔

2۔ سورۃ فاتحہ ان تمام معنوں پر مشتمل ہے جو قرآن میں ہیں۔ مثلاً حمد وثناء، امر ونہی، اور وعدہ ووعید اس لیے اس کو ام القرآن کہتے ہیں۔

3۔ قرآن میں احکام نظریہ اور احکام اعتقادیہ کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور سورۃ فاتحہ میں ان دونوں کا اجمالاً ذکر موجود ہے اس لیے اسے ام القرآن کہتے ہیں۔

اساس: اس کے معنی ہیں "بنیاد" سورۃ فاتحہ پورے قرآن کی بنیاد ہے اس لیے اسے اساس کہتے ہیں۔

کنز: اس کے معنی ہیں "خزانہ" سورۃ فاتحہ قرآن پاک کے تمام مضامین کے لیے ایک خزانہ ہے کیونکہ اس میں اجمالاً تمام مضامین موجود ہیں اس لیے اسے کنز کہتے ہیں۔

وافیہ: اس کے معنی ہیں "پورے طور پر لینے والی" سورۃ فاتحہ قرآن کے تمام مضامین ومعانی کو لینے والی ہے اس لیے اسے وافیہ کہتے ہیں۔

کافیہ: اس کے معنی ہیں "کفایت کرنے والی" قرآن کریم کے جملہ مضامین اس سورۃ میں موجود ہیں اگر بقیہ 113 سورتیں نازل نہ بھی ہوتیں تب بھی یہ ایک سورۃ کافی تھی۔ اس لیے اسے کافیہ کہتے ہیں۔

حمد: سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا ذکر ہے اس لیے اسے حمد کہتے ہیں۔ جیسے الحمدللہ

شکر: سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف کو تعظیم کے طور پر بیان کیا گیا ہے اس لیے اسے سورۃ الشکر کہتے ہیں۔ جیسے رب العالمین، الرحمٰن الرحیم

دعا: اس سورۃ میں مستقل دعا کا ذکر موجود ہے اس لیے اسے سورۃ الدعا کہتے ہیں۔ جیسے: اھدنا الصراط المستقیم

تعلیم المسئلہ: سورۃ فاتحہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے اس لیے اسے تعلیم المسئلہ کہتے ہیں۔

سورۃ الصلوٰۃ: سورۃ فاتحہ نماز کا اہم جز ہے اس لیے اسے سورۃ الصلوٰۃ کہتے ہیں۔

شافیہ اور شفاء: سورۃ فاتحہ موت کے علاوہ تمام بیماریوں کے لیے نسخہ شفاء ہے اس لیے اس کو شافیہ اور شفاء کہتے ہیں۔

سبع المثانی: یہ دو الگ کلمے ہیں۔ سبع اور مثانی

سبع: اس کے معنی ہیں سات۔ اس سورۃ میں بالاجماع سات آیات ہیں البتہ تعیین میں احناف اور شوافع کا اختلاف ہے۔ (اختلاف کا حل توضیح کے ساتھ آگے آرہا ہے)

مثانی: اس کے معنی ہیں بار بار پڑھی جانے والی۔ یعنی یہ یہ سورۃ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے اس لیے اسے مثانی کہتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ سورۃ فاتحہ کا نزول دو بار ہوا۔

1۔ مکہ میں فرضیت نماز کے وقت

2۔ مدینہ میں تحویلِ قبلہ کے وقت

اس لیے اسے سبع مثانی کہتے ہیں۔

سوال: من الفاتحہ۔۔۔۔۔۔ الخ سے قاضی بیضاویؒ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جواب: مذکورہ عبارت میں قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ نے دو مسئلے ذکر کیے ہیں۔

(1) تسمیہ داخل قرآن ہے یا نہیں؟ (2) تسمیہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں؟

پہلے مسئلہ میں علماء اسلام اور ائمہ عظام کا اتفاق ہے کہ سورۃ نمل میں تسمیہ قرآن کا جز اور بعض آیت ہے۔

دوسرے مسئلہ میں اختلاف ہے اور دو گروہ ہیں۔

(1) امام شافعی رحمہ اللہ، عبد اللہ مبارکؒ سمیت مکہ اور کوفہ کے محدثین، مفسرین، فقہاء کرام کا مسلک یہ ہے کہ تسمیہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے۔

(2) امام احمد بن حنبلؒ، امام اوزاعیؒ سمیت مدینہ، بصرہ اور شام کے علماء، فقہاء کے ساتھ ساتھ احناف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تسمیہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں۔

دلائل

اول گروہ کے دلائل: 1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سورۃ فاتحہ کی سات آیات ہیں پہلی آیت بسم الله الرحمٰن الرحيم ہے۔

2۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ تلاوت فرمائی اور بسم الله الرحمٰن الرحيم اور الحمدلله رب العالمين کو ایک آیت شمار کیا۔

دوسرے گروہ کے دلائل: 1۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو تکبیر سے اور قرات کو الحمدلله سے

شروع فرماتے۔

2۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنھم کے پیچھے نماز پڑھی، ان میں سے کسی نے بھی تسمیہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کو جہراً نہیں پڑھا۔ پس معلوم ہوا کہ تسمیہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں، کیونکہ اگر جز ہوتا تو جس طرح سورۃ فاتحہ کو بالجہر پڑھا تھا تسمیہ کو بھی بالجہر پڑھتے جبکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

3۔حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ میرے اور میرے بندے کے درمیان نصف نصف ہے "جب بندہ کہتا ہے الحمدللہ رب العالمین تو اللہ کہتا ہے حمدنی عبدی"۔۔۔۔۔۔الخ (یہ ایک طویل روایت ہے۔) اس کی ابتدا میں تسمیہ کا ذکر تک نہیں آیا بلکہ فاتحہ کا آغاز الحمدللہ سے بیان ہوا۔ جس سے عدمِ جزئیت ظاہر ہو رہی ہے۔

ترجیح

ان واضح دلائل کے پیش نظر ترجیح گروہِ ثانی کو حاصل ہے۔ کیونکہ اگر تسمیہ کو سورۃ فاتحہ کا جز مانیں تو اس میں تکرار بھی لازم آتا ہے۔ وہ اس طرح کہ تسمیہ میں الرحمٰن الرحیم ہے اور فاتحہ میں بھی اس کا پھر اعادہ ہو جاتا جو کہ بلاغت کے خلاف ہے۔

گروہ اول کے دلائل کا رد: 1۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں تعارض ہے۔2۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت ہے اس میں احتمال ہے کہ تسمیہ کو تبرکاً تلاوت فرمایا ہو۔

سوال: بسم اللہ کی با کا متعلق محذوف ہے قاضی صاحبؒ نے اس سلسلہ میں کونسا طریقہ اختیار کیا ہے، اور کس طریقے کو غیر اولیٰ قرار دیا ہے؟

جواب: قاضی بیضاویؒ نے بسم اللہ کا متعلق "اقراء" مؤخر قرار دیا ہے اسو ابدا، ابتدء کو غیر اولیٰ قرار دیا ہے۔ ابدا کو غیر اولیٰ اس لیے قرار دیا کہ یہ فعل فاعل کے مطابق نہیں، جبکہ اقرا میں مطابقت پیدا کرنے والی وجہ موجود ہے کہ میں اللہ کے نام سے قرات کرتا ہوں، جبکہ ابدا کو متعلق ماننے سے ترجمہ ہوگا میں اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں، اب اس میں قرات پر دلالت نہیں ہے۔ اسی طرح ابتدئ مقدر ماننے سے پوشیدہ عبارت زیادہ ہو جائے گی جو کہ درست نہ ہے۔

سوال: معمول کو مقدم کیوں کیا گیا ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: معمول کو اس لیے مقدم کیا گیا ہے کہ یہ زیادہ اہمیت والا ہے اور یہ اختصاص پر بھی زیادہ دلالت کرنے والا ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہاں معمول کو مقدم کرنے میں تعظیم زیادہ ہے، اسی طرح یہ وجود کے بھی زیادہ موافق ہے۔ کیونکہ اللہ کا اسم قرات پر مقدم ہے۔ قرات اس اعتبار سے کہ فعل اس وقت تک شرعاً معتبر اور تام نہیں ہوتا جب تک اسم اللہ سے اس فعل کو شروع نہ کیا جائے۔

سوال: وحدا وما بعد الخ۔۔۔۔۔عبارت سے کیا مقصود ہے؟

جواب: یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض: اللہ تعالیٰ اپنے ہی نام سے استعانت طلب کرتے ہیں یا اپنے ہی نام سے برکت حاصل کرتے ہیں؟ اور قرآن کی پہلی سورۃ کی پہلی آیت

میں اپنی ہی حمد بیان کر رہے ہیں۔یہ کیسے درست ہے؟

جواب: سورۃ فاتحہ اللہ کا کلام ہے اور زبان بندے کی ہے۔تو جواب یہ ہے کہ بندوں کو تعلیم دینا مقصود ہے کہ میرے نام سے استعانت اور برکت حاصل کی جائے اور دعا مانگنے کا طریقہ بتا رہے ہیں۔

سوال: بسم اللہ کی "با" کو کسرہ کیوں دیا گیا ہے۔؟

جواب: اس کو کسرہ اس لیے دیا گیا ہے کہ لزوم حرفیت اور جر کے ساتھ خاص ہے۔اور حرفیت اور جر میں سے ہر ایک کے مناسب کسرہ ہے۔جر کے مناسب اس لیے کہ تا کہ حرف کی حرکت اس اثر کے موافق ہو جائے۔اور حرفیت کے موافق اس لیے کہ وہ سکون کا تقاضا کرتا ہے اور سکون عدمِ حرکت کا نام ہے اور کسرہ بمنزلہ عدمِ حرکت ہے کیونکہ وہ قلیل الاستعمال ہے۔اسی وجہ سے بسم اللہ کی با کو کسرہ دیا گیا۔

سوال: اسم کے اشتقاق میں کن دو جماعتوں کا اختلاف ہے۔امام بیضاویؒ نے کس جماعت کے قول کو کس بنیاد پر راجح کہا ہے؟

جواب: لفظ "اسم" کے اشتقاق میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے۔

بصری کہتے ہیں کہ اسم "سمو" سے مشتق ہے، اور کوفی کہتے ہیں کہ "اسم" "وسم" سے مشتق ہے۔

امام بیضاوی نے بصریوں کے قول کو چار وجوہ سے ترجیح دی ہے۔

1۔ اسم کی جمع اسماء آتی ہے۔اگر کوفیوں کی رائے درست ہوتی تو اسم کی جمع الجمع اوسام آتی۔

2۔ اسم کی جمع الجمع "اسامی" آتی ہے۔اگر کوفیوں کی رائے درست ہوتی تو اسم کی جمع الجمع اواسم آتی۔

3۔ اسم کی تصغیر "سمی" آتی ہے۔اگر کوفیوں کی رائے درست ہوتی تو اسم کی تصغیر "وسیم" آتی۔

4۔ اسم کا ماضی مجہول "سمیت" آتا ہے۔اگر کوفیوں کی رائے درست ہوتی تو اسم کا ماضی مجہول "وسمت" آتا۔

سوال: بسم اللہ کی بجائے باللہ نہ کہنے کی کیا وجہ ہے اور یہ بھی بتائیں کہ بسم اللہ کے الف کو کیوں حذف کیا گیا ہے؟

جواب: باللہ اس لیے نہیں کہا کہ مدد اور برکت حاصل کرنا اسم کو ذکر کرنے سے ہوتا ہے۔اور اس کے الف کو کثرتِ استعمال کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے۔

سوال: حمد، مدح اور شکر کی تعریف کرتے ہوئے ان کے مابین نسبت بھی ذکر کریں؟

جواب: حمد: کسی کی اختیاری خوبی کو زبان سے ادا کرنا حمد کہلاتا ہے۔

مدح: کسی کی خوبی کو بیان کرنا، چاہے وہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری مدح کہلاتا ہے۔

نسبت: حمد اور مدح میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے، حمد خاص ہے کیونکہ یہ فقط اختیاری خوبی پر ہوتی ہے۔اور مدح عام ہے جو اختیاری اور غیر اختیاری دونوں خوبیوں پر ہوتی ہے۔جہاں حمد ہو گی وہاں مدح بھی ہو گی مگر جہاں مدح ہو وہاں حمد کا ہونا ضروری نہیں۔

شکر: منعم کی تعظیم کرنا۔یہ نعمت کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔اور اس کی ادائیگی کے تین طریقے ہیں۔

(1)زبان(2)اعضاء(3)دل

نسبت: حمد اور شکر میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ حمد عام ہے اس لیے کہ اس میں نعمت کی قید نہیں اور خاص ہے اس لیے کہ یہ زبان سے ہی ادا ہوتی ہے۔

شکر عام ہے اس لیے کہ اس کی ادائیگی عام ہے زبان کی قید نہیں اور خاص ہے اس لیے کہ شکر نعمت کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔

اعتراض: حمد اور شکر کے درمیان جو عام خاص من وجہ کی نسبت ہے یہ درست نہیں۔ کیونکہ "عام خاص من وجہ" کے معنی ہیں: "ہر ایک دوسرے کے بعض مادوں پر صادق آئے گا" جبکہ حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "الحمد راس الشکر" اس سے صاف ظاہر ہے کہ حمد شکر کا ایک جز ہے، کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا حمد راس ہے شکر کا تو گویا شکر کو ایک جسم مانا اور حمد کو اس کا ایک عضو مانا، اور ظاہر ہے کہ جسم عضو پر صادق نہیں آتا تو شکر بھی حمد پر صادق نہیں آئے گا۔

جواب: حمد مورد کے اعتبار سے شکر کی سہ گانہ شاخوں میں سے ایک شاخ ہے اور حمد ایسی شاخ ہے جو شکر کی تمام شاخوں میں اظہارِ نعمت کے لحاظ سے اعلیٰ ہے، کیونکہ قلب کا عمل مخفی ہوتا ہے جب تک اسے زبان سے ادا نہ کیا جائے، اور اعضائے جوارح کا عمل ریا اور احتمالات سے خالی نہیں، بخلاف شکر قولی کے جو زبان سے بذریعہ الفاظ شکر گزاری ہے اور یہ ہر طرح کے شکوک وشبہات سے پاک ہے۔ اس لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "الحمد راس الشکر کہ حمد شکر کی اصل اور بنیاد ہے۔

سوال: حمد، شکر، ذم اور کفران میں کون کس کے مقابلہ میں ہے؟

جواب: ذم، حمد کے مقابلہ میں اور کفران شکر کے مقابلہ میں ہے۔

سوال: رحمٰن اور رحیم میں کس معنیٰ کا مبالغہ ہے اور ان کا مادہ اشتقاق کیا ہے؟ نیز واسماء اللہ تعالیٰ انما تؤخذ الخ میں کس اعتراض کا جواب ہے؟

جواب: رحمٰن اور رحیم میں رحمت کے معنی کا مبالغہ ہے اور ان کا مادہ اشتقاق رحم ہے۔ اسماء اللہ سے اعتراض کا جواب ہے کہ رحمت کا لغوی معنی رقت قلب ہے اور اللہ تو رقتِ قلبی سے پاک ہے، تو علامہ بیضاوی نے اس کا جواب دیا کہ ایک ہوتے ہیں اسباب اور دوسرے نتائج تو اسماء اللہ میں غایات کا اعتبار کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ رقت قلبی سے مراد دوسرے کی ضرورت پوری کرنا اور مشکل کو دور کر دینا۔

سوال: رحمٰن رحیم سے ابلغ ہے اس کی وجہ بتاتے ہوئے یہ بھی بتائیں کہ کبھی یا رحمٰن الدنیا کہا جاتا ہے تو کبھی یا رحیم الآخرہ، اس تضاد کی کیا وجہ ہے؟

جواب: رحمٰن رحیم سے ابلغ اس لئے ہے کہ لفظ رحمٰن میں لفظ رحیم کی بنسبت حروف زیادہ ہیں اور حروف کی زیادتی معنیٰ کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ رحمٰن میں کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے معنیٰ کی زیادتی ہے۔ کمیت یعنی کثرت افراد، کیفیت یعنی قوتِ افراد۔ رحمٰن کا تعلق دنیا کے ساتھ کیونکہ یہاں مؤمن اور کافر سب برابر ہیں اور رحیم کا تعلق آخرت کے ساتھ کیونکہ آخرت میں رحم صرف مؤمنین پر کیا جائے گا۔

سوال: لفظ رحمٰن کو لفظِ رحیم پر مقدم کرنے کی کتنی اور کونسی وجوہات ہیں؟

جواب: چار وجوہات ہیں۔(1) رحمتِ دنیا مقدم ہے رحمتِ آخرت سے اس لئے لفظ رحمٰن کو لفظ رحیم پر مقدم کیا۔
(2) لفظِ رحمٰن علَم ہے اور قاعدہ ہے کہ علَم وصف پر مقدم ہوتا ہے۔
(3) رحمٰن نے جب بڑی بڑی نعمتوں پر دلالت کی تو پھر رحیم کو ذکر کیا تاکہ یہ ان نعمتوں کو شامل ہو جائے جو ان بڑی نعمتوں سے رہ گء ہیں، پس یہ اس کے لئے تمہ اور ردیف کی طرح ہو جائے گا۔
(4) قرآن کریم میں سجع کی رعایت کی گئی ہے کیونکہ پوری سورۃ فاتحہ کا سجع اخیر کا ماقبل یاء ساکن ہے، اور رحمٰن کو مؤخر کیا جاتا تو سجع ختم ہو جاتا۔
سوال: تسمیہ میں لفظ اللہ، رحمٰن اور رحیم کے انتخاب کی کیا وجہ ہے؟
جواب: لفظ اللہ کا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ وہ معبود حقیقی ہونے پر دال ہے۔ رحمٰن اور رحیم کا لفظ اس لئے لایا گیا کہ سب انعامات چھوٹے ہوں یا بڑے، دنیوی ہو یا اخروی سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔
سوال: الحمدللہ کے متعلق نحوی بحث کریں۔
جواب: الحمدللہ مبتداء ہے اور للہ جار مجرور مل کر خبر، الحمد اصل منصوب تھا مفعول بہ یا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے۔ حمد اللہ اس کی اصل عبارت تھی۔ مفعول بہ ہو تو "نوجد" فعل محذوف مانا جائے اور مفعول مطلق ہو تو "نحمد" فعل محذوف مانا جائے، قاضی صاحب کی رائے بھی یہی ہے۔
خلاصہ: یہ پہلے جملہ فعلیہ تھا بعد میں اس کو جملہ اسمیہ کی طرف منتقل کیا گیا، اس لیے کہ مقام حمد کے مناسب جملہ اسمیہ ہے کیونکہ یہ ثبوت اور دوام کے معنیٰ پر دلالت کرتا ہے۔
سوال: وقری الحمدلله باتباع۔۔۔۔۔۔الخ سے مصنفؒ کی غرض لکھیں۔
جواب: الحمدللہ میں دو قرات ہیں۔(1) دال کو لام کے تابع کر کے کسرہ کے ساتھ پڑھنا۔(2) دال کو لام کے تابع کر کے ضمہ لام کے ساتھ پڑھنا۔
اشکال: ایک حرف کو دوسرے حرف کی حرکت کے تابع اس وقت کیا جاتا ہے جب دونوں حرف ایک کلمہ میں ہوں، مگر یہاں دو کلمیں ہیں۔
جواب: دونوں ایک ساتھ استعمال ہوتے ہیں، اس لیے دونوں کو کلمہ واحد مان کر اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔
سوال: الحمدللہ پر الف لام کونسا ہے؟
جواب: الحمد پر الف لام کونسا ہے اس میں دو احتمال ہیں۔
(1) الف لام جنس کا ہے۔ ترجمہ ہوگا "جنسِ حمد اللہ ہی کے لیے ہے"۔
(2) الف لام استغراق کا ہے۔ ترجمہ ہوگا "تمام تعریفوں کی مستحق ذات اللہ ہی کی ہے۔
سوال: لفظ رب کیا ہے؟
جواب: لفظ رب صرفی اعتبار سے مصدر ہے جو کہ تربیت کے معنی میں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ رب صفت مشبہ ہے پھر مالک کا نام اس کے ساتھ رکھ دیا گیا کیونکہ وہ مملوک کی حفاظت اور تربیت کرتا ہے۔

سوال: لفظ عالمین عالم کی جمع ہے اس سے کیا مراد ہے۔؟

جواب: اس سے مراد وہ اسم ہے جس سے صانع کی پہچان ہو، اور وہ اللہ ہی ہے۔

سوال: العلمین پر الف لام لانے اور جمع کے لئے وہ طریقہ اختیار کرنے کی کیا وجہ ہے جو ذوی العقول کے لئے ہوتا ہے؟

جواب: ذوی العقول والی جمع اس لئے لائی گئی ہے کہ ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ دیا گیا ہے۔

سوال: رب العلمین کو منصوب پڑھنے کی کیا وجوہ ہوسکتی ہیں؟

جواب: یہ یا تو مدح کی بنا پر منصوب ہوگا، یا نداء کی بنا پر یا اس فعل مقدر کی بناء پر جس پر حمد دلالت کرتی ہے۔

سوال: لفظ مالک کو مَلِک بھی پڑھتے ہیں، دونوں میں فرق بیان کریں۔ مختار قول کی نشاندہی بھی کریں۔

جواب: مالک اس ذات کو کہتے ہیں جو اعیانِ مملوکہ میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور یہ مِلک سے ماخوذ ہے۔ اور مَلِک اس ذات کو کہتے ہیں جو مامورین میں امر و نہی کے ساتھ تصرف کرے اور یہ ملک سے ماخوذ ہے۔ یعنی مالک صرف مملوکین میں تصرف کرتا ہے اور مَلِک ان تمام میں جن کو وہ حکم دیتا ہے۔ اور مختار قول بھی ثانی ہے، دلیل: لمن الملک الیوم

سوال: لفظ مالک کے اعراب میں رفع، نصب کا ذکر کیا گیا ہے، دونوں صورتوں کی وجہ لکھیں۔

جواب: لفظ مالک منصوب یا تو مدح کی بناء پر ہوگا یا حال ہونے کی بناء پر، اور جب اسے مرفوع پڑھیں گے تو اس کی دو صورتیں ہیں: تنوین کے ساتھ یا بغیر تنوین کے، دونوں صورتوں میں یہ مبتدائے محذوف کی خبر ہوگا۔

سوال: مالک یوم الدین میں اسم فاعل کی ظرف کی طرف جو اضافت ہے اس پر ایک اعتراض ہیا اعتراض اور جواب قلم بند کریں۔

جواب: اعتراض: مالک یوم الدین میں مالک نکرہ ہے اضافتِ لفظیہ ہونے کی وجہ سے، لہٰذا! یہ معرفہ (اللہ) کی صفت کس طرح ہوسکتا ہے؟
مذکورہ اعتراض کے جواب سے قبل تمہید کے طور پر اصول سمجھیں۔ "اسم فاعل و مفعول مں ہ شرط یہ ہے کہ وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو ورنہ وہ عمل نہیں کرتے۔

جواب: یہاں پر مالک حال اور استقبال کے معنی میں نہیں، بلکہ ماضی کے معنی میں ہے یا استمرار کے، اس صورت میں یہ اپنے معمول کی طرف مضاف بھی نہیں ہوگا بلکہ اضافتِ حقیقیہ بن کر تعریف کا فائدہ دے گا، اس طرح یہ معرفہ کی صفت واقع ہوسکتا ہے۔

سوال: لفظ یوم کی کی تحقیق کریں۔

جواب: لفظ یوم کے تین استعمال ہیں۔ ☆عرفی ☆شرعی ☆لغوی

آیت میں لفظ یوم لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

سوال: لفظ "دین" سے کتنے معنی مراد لیے گئے ہیں۔؟

جواب: تین معنی، ☆جزاء ☆شریعت ☆اطاعت

سوال: یوم کی اضافت شریعت اور اطاعت کی طرف مفہوم اور معنیٰ کے اعتبار سے کیسے صحیح ہوگی؟

جواب: یوم کے بعد اور "الدین" سے قبل لفظ جزاء مقدر ہوگا، اس لیے اب مذکورہ اضافت درست ہوگی۔

سوال: "وتخصیص" اس عبارت سے ایک سوال مقدر کا جواب دیا جاتا ہے۔ سوال مع جواب قلم بند کریں۔

سوال: جب اللہ کی ملکیت عام ہے یوم دنیا کے اور یوم آخرت کے مالک اللہ ہیں تو پھر یوم آخر کی تخصیص کیوں ہے؟

جواب: علامہ بیضاویؒ نے اس کے دو جواب دیے ہیں۔

1۔ یوم آخر اپنے احوال وکیفیات کے اعتبار سے عظیم الشان ہے۔ اس لیے یوم آخر کی طرف اضافت کی گئی۔

2۔ یوم آخر کی طرف اضافت اس لیے کی گئی کہ دنیا میں بظاہر دوسرے بھی مالک نظر آتے ہیں جبکہ اُس دن سب کی ملکیت خارج ہو جائے گی۔

سوال: لیس یصدر منہ لایجاب بالذات اووجوب علیہ قضیہ بسوابق الاعمال میں کن دو جماعتوں کا رد کیا گیا ہے؟

جواب: مذکورہ عبارت سے فلاسفہ اور معتزلہ کا رد کیا گیا ہے۔ کیونکہ فلاسفہ کا عقیدہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ موجب بالذات ہے اس سے جو بھی شے صادر ہوتی ہے وہ ایجاب واضطرار کے طور پر ہوتی ہے۔" لیس یصدر الخ سے علامہ بیضاویؒ نے ان کا رد کر دیا۔ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ اپنے نیک بندے کو اعمال سابقہ پر انعام دے، اور گنہگار کو اس کے گزرے ہوئے اعمال کی وجہ سے سزا دے۔" قاضی بیضاوی نے اووجب علیہ الخ سے ان کا بھی رد کر دیا۔

رد کا خلاصہ: مخلوق پر ہر قسم کے انعامات واحسانات محض تفضل واحسان کے طور پر ہیں۔ (الرحمٰن الرحیم میں اشارہ موجود ہے)

سوال: رب العالمین، الرحمٰن الرحیم، اور مالک یہ سب غائب کے صیغے ہیں تو پھر ایاک نعبد وایاک نستعین میں غائب کے صیغوں کو چھوڑ کر حاضر کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا؟

جواب: قاضی بیضاوی نے تین نکتے بیان کیے ہیں۔

1۔ علماء ظاہر: یہ کہتے ہیں کہ جب تک بندے کو اللہ کی معرفت نہیں تھی تب تک غائب کے صیغے استعمال کیے اور جب رب العالمین کی معرفت حاصل ہوئی تو حاضر کا صیغہ استعمال کیا۔

2۔ علماء باطن: یہ کہتے ہیں کہ صوفیاء کے یہاں اصلاح کے تین طریقے ہیں۔

سالک: اللہ کی معرفت کا ارادہ کر کے اُس کی جانب چلنے والا۔

عارف: معرفت باری کا قصد کرنے والا۔

واصل: اللہ تک پہنچنے والا۔

الحمدللہ سے جو گفتگو ہے وہ سالک اور عارف کے اعتبار سے ہے۔ اور ایاک سے جو گفتگو ہے وہ واصل کے اعتبار سے ہے۔

علماء معانی: یہ کہتے ہیں کہ عربوں کا طرز ہے کہ وہ کلام کے اسلوب کو بدلتے ہیں۔ اس طرز کے بدلنے کو التفات کہتے ہیں۔ ایاک نعبد میں بھی

التفات ہے کیونکہ یہاں بھی غائب کا صیغہ چھوڑ کر حاضر یا خطاب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

سوال: ایاک کے متعلق نحوی بحث کریں۔

جواب: تمام نحویوں کا اتفاق ہے کہ "ایا" ضمیر منفصل ہے۔ نحویوں کے مابین جو اختلاف ہے وہ اس بات میں ہے کہ "ایا" کے ساتھ جو چیزیں ملتی ہیں (کاف، یا، ہا وغیرہ) جیسے ایاک، ایای، ایاہ۔

امام خلیل نحوی کہتے ہیں کہ یہ مضاف ہے اور ملحقات اسماء ہیں، اور مضاف الیہ محلاً مجرور ہے۔

جمہور نحوی کہتے ہیں کہ ایا ضمیر ہے اور ملحقات حروف ہیں، تکلم، خطاب اور غیبت کی جانب اشارہ کرنے کے لیے بڑھایا گیا ہے۔

بعض نحوی کہتے ہیں کہ ایا ضمیر نہیں بلکہ ایا کے ملحقات ضمیر ہیں اور ایا کی حیثیت سہارے کی ہے۔

سوال: عبادت واستعانت کا مفہوم واضح کریں۔

جواب: عبادت: انتہاء درجہ کا خشوع اور انتہاء درجہ کی ذلت کو ظاہر کرنا۔ عبادت کا مادہ عبد ہے، جہاں یہ مادہ پایا جائے گا وہاں تذلل کے معنی ہوں گے۔ جیسے اہل عرب کا قول ہے طریق معبد۔ غایت تذلل کی مستحق ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، یہی وجہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔

استعانت: اس کے لغوی معنی ہیں معونت یعنی مدد طلب کرنا

معونت کی دو قسمیں ہیں۔

☆معونت ضروریہ ☆معونتِ غیر ضروریہ

1۔ معونیت ضروریہ: اس کو قدرت ممکنہ بھی کہا جاتا ہے۔ قدرت ممکنہ وہ ادنیٰ درجہ کی قدرت ہے جس کی وجہ سے مامور بہ کو ادا کرنا بندہ کے بس میں ہو جائے۔

قدرت مکنہ میں چار چیزیں ہیں۔ ☆ فاعل کو فعل پر قدرت ہو ☆ اس چیز کا علم ہو ☆ آلہ بھی ہو ☆ مادہ بھی ہو

معونتِ غیر ضروریہ: اس کو قدرتِ میسرہ بھی کہا جاتا ہے۔ قدرت میسرہ وہ اعلیٰ درجہ کی قدرت ہے جس کی وجہ سے مامور بہ کو ادا کرنا بندہ کے لیے سہل ہو جائے۔ جیسے: پیدل چلنے والے آدمی کے لیے سواری کا میسر ہو جانا۔

سوال: نعبد اور نستعین میں جمع کی ضمیر لانے کی کیا وجہ ہے۔

جواب: جمع کی ضمیر اس لیے لائے تا کہ قاری کے ساتھ ساتھ محافظ فرشتے اور حاضرین جماعت کے ساتھ ساتھ تمام موحدین کی عبادتوں کا ذکر ہو جائے اور قاری کی حاجت ان تمام کی حاجتوں کے ساتھ مل جائے۔ اور اس کی برکت سے قاری کی عبادت کے ساتھ ساتھ حاجت بھی پوری ہو جائے۔

سوال: ایاک معمول ومفعول ہے۔ معمول کو عامل پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب: قاضی بیضاویؒ نے معمول کو عامل پر مقدم کرنے کی پانچ وجوہات بیان کی ہیں۔

1۔مفعول کو تعظیم کیلیے مقدم کیا گیا۔ 2۔مقصود عالی کی وجہ سے معمول کو مقدم کیا گیا۔

3۔معمول کو حصر کی وجہ سے مقدم کیا گیا۔ 4 ۔اللہ کی ذات وجود کے اعتبار سے مقدم ہے اس لیے ذکر میں بھی مقدم کر دیا گیا۔

5۔معمول کو مقدم کرنے میں عابد کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ عبادت خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے،اس لیے دورانِ عبادت دل میں خیال صرف وصرف معبود کا ہو۔

سوال:عبادت کو استعانت پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب:عبادت کو استعانت پر مقدم اس لیے کیا گیا تاکہ آیتوں کے اواخر موافق ہو جائیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اصول ہے کہ سائل کو سوال کرنے سے قبل مسئول عنہ کے پاس کوئی چیز بھیجنی چاہیے،اللہ کی ذات مسئول عنہ ہے۔وہ عبادت سے خوش ہوتے ہیں تو ظاہری بات ہے جب وہ،ہماری عبادت سے خوش ہوں گے تو وہ ہماری استعانت بھی فرمائیں گے۔

سوال:اھد نا الصراط المستقیم کے متعلق مفسرین کی آراء لکھیں۔

جواب:اس کے متعلق مفسرین کی دو رائے ہیں۔☆یہ جملہ مستانفہ ہے☆یہ جملہ مستقلہ ہے

اس کو اگر جملہ مستانفہ بنائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ماقبل والی آیت میں معونت(مدد)طلب کی گئی ہے،تو اللہ نے فرمایا میں تیری کیا مدد کروں؟تو عرض کیا:"ہم کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرما"۔

اگر اس کو جملہ مستقلہ بنائیں تو مطلب ہوگا کہ نستعین میں بہت سے مقاصد شامل ہیں جن میں بڑا مقصود ہدایت ہے،اس لیے اسے الگ ذکر کیا گیا۔

سوال:ہدایت سے کیا مراد ہے؟

جواب:لطف کے ساتھ رہنمائی کرنے کو ہدایت کہتے ہیں۔یعنی ایسی چیز کا پیدا کرنا کہ بندہ بغیر مجبوری کے طاعت کے قریب ہو۔

سوال:"ہدایت سراپا خیر ہے"۔اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں ہدایت کا لفظ شر اور بُرائی کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ **فاھدوھم الی صراط الجحیم**

جواب:یہاں ہدایت کا لفظ استہزاء وتہکم کے طور پر استعمال ہوا ہے۔جیسے بخیل آدمی کے کہنے پر کہا جاتا ہے"حاتم طائی آیا ہے"۔

سوال:قاضی بیضاویؒ نے ہدایت کی جو چار صورتیں ذکر کی ہیں ان کو قلم بند کریں؟

1۔وہ قوتیں عطاء کرنا جس سے انسان اپنے مصالح کے سمجھنے پر قادر ہو جائے۔(جیسے قوت عقلیہ جس کی مدد سے وہ نفع اور نقصان میں فرق کرتا ہے،حواس خمسہ ظاہرہ وباطنہ)

2۔ایسے دلائل قائم کرنا جو حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیں۔(جیسے وھدینہ النجدین وغیرہ)

3۔نبیوں اور رسولوں کے بھیجنے اور آسمانی کتابوں سے ہدایت دینا۔(جیسے وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا اور قرآن کے متعلق ان ھذا القرآن یھدی الخ)

4۔ راز کی باتیں منکشف کرنا اور اشیاء کے حقائق سے آگاہ کرنا۔(جیسے نبیوں اور رسولوں کو وحی کے ذریعے، ولیوں کو کشف، الہام اور سچے خوابوں کے ذریعے رہنمائی کرنا)

سوال: فالمطلوب سے اعتراض کی وضاحت اور جواب سپرد قرطاس کریں۔

اعتراض: سورۃ فاتحہ بندوں کی زبانی کہلوائی گئی، گویا بندوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ کو ثابت کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ ہدایت یافتہ ہے تو پھر ہدایت کی دعا کرنے کا کیا مطلب؟ اس سے تحصیل حاصل لازم آتا ہے جو کہ باطل ہے۔

جواب: قاضی بیضاوی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

1۔ اس سے مقصود ہدایت میں زیادتی اور ثابت قدمی ہے۔

2۔ اس سے مقصود بعد کے مراتب کے حصول کی دعا ہے۔ یعنی سالک اور عارف یہ واصل کے درجہ کی دعا کرتے ہیں، اور واصل جو ہے یہ سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے درجات کی دعا کرتا ہے۔

سوال: والامر بالدعا" سے قاضی بیضاوی کی کیا مراد ہے؟

جواب: قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ "اھد نا" بظاہر دعا ہے اور صیغہ امر کا ہے۔ دعا اور امر میں مشابہت ہے، لہذا دونوں میں فرق سمجھنا ضروری ہے۔ آمر اور داعی کسے کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے۔

1۔ اہل سنت کے نزدیک آمر وہ ہے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہو چاہے بڑا ہو یا نہ ہو، اور داعی وہ ہے جو اپنے آپ کو چھوٹا سمجھے۔

2۔ معتزلہ کے نزدیک آمر وہ ہے جو واقع میں بڑا ہو، اور داعی وہ ہے جو واقع میں چھوٹا ہو۔

سوال: صراط اصل میں سین کے ساتھ ہے، اس اعتبار سے سراط کو صراط کیوں کہتے ہیں۔ اور سین کو صاد سے بدلنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: صراط کو سراط اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سرط الطعام سے ماخوذ ہے یعنی طعام (لقمہ) نگل جانا۔ راستہ کو بھی صراط اس لیے کہتے ہیں کہ قافلہ راستے کو نگل جاتا ہے یعنی طے کر لیتا ہے۔

اور سین کو صاد سے اس لیے بدلا گیا تا کہ یہ صفتِ اطباق میں طاء کے مطابق ہو جائیں۔

سوال: صراط مستقیم سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد طریق حق ہے یا ملت اسلام مراد ہے۔

سوال: صراط الذین انعمت علیہم کی نحوی ترکیب کریں؟

جواب: اھد نا الصراط المستقیم مبدل منہ ہے اور صراط الذین انعمت علیہم بدل ہے۔ بدل کا لفظ جہاں مطلق بولا جائے تو اس سے بدل کل مراد ہوتا ہے۔

سوال: بدل کل کسے کہتے ہیں۔

جواب: وہ تابع جہاں بدل اور مبدل منہ کا مصداق ایک ہو اسے بدل کل کہتے ہیں۔

سوال: صراط الذین انعمت علیھم کے لانے میں کیا حکمت ہے؟ جب دونوں کا مصداق ایک ہے تو اس طرح عبارت لاتے "اھدناالصراط الذین انعمت علیھم"۔

جواب: مبدل منہ (اھدنا الصراط المستقیم) میں ابہام ہے کہ کونسا راستہ؟ صراط الذین انعمت علیھم لاکر اس ابہام کو دور کردیا کہ اس سے مراد "مسلمانوں کا راستہ ہے جس کے مستقیم ہونے کی گواہی دی گئی ہے۔"

سوال: انعمت علیھم سے کون مراد ہیں۔؟

جواب: ☆اس سے انبیاء علیھم السلام مراد ہیں۔☆اس سے مؤمنین مراد ہیں۔☆اس سے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیھم السلام کی امت یعنی یہود و نصاریٰ قبل التحریف والے مراد ہیں۔

سوال: انعام کے کیا معنی ہیں۔اور نعمتوں کے متعلق مصنفؒ کی تقسیم ذکر نے کے ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کریں کہ یہاں کونسی نعمت مراد ہے۔؟

جواب: انعام کے معنی ہیں "نعمت پہنچانا"۔نعمت دراصل ایسی کیفیت کو کہتے ہیں جو اس کو لذیذ معلوم ہو۔پھر اس کا استعمال ان چیزوں پر بھی ہونے لگا جو لذت کے حصول کا ذریعہ بنتے ہیں۔

نعمتوں کی دو جنسیں ہیں۔☆دنیوی ☆اخروی

پھر دنیوی کی دو قسمیں ہیں ☆وہبی ☆کسبی

پھر وہبی کی دو قسمیں ہیں ☆روحانی ☆جسمانی

آیت میں اخروی نعمت مراد ہے۔

سوال: غیر المغضوب علیھم و الا الضالین ترکیب میں کیا واقع ہو رہا ہے۔؟

جواب: یہ الذین الخ سے بدل واقع ہے۔یا یہ الذین کی صفت واقع ہوگا۔صفت کی تین قسمیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

1۔صفت مبینہ: وہ صفت جو موصوف کے ابہام کو دور کرے۔

2۔صفت مقیدہ: وہ صفت جو موصوف کے عموم کو ختم کردے۔

3۔صفت مادحہ: وہ صفت جس سے صرف موصوف کی مدح مقصود ہو۔

پہلی تب ہوگی جب ایمان سے ایمان کامل مراد ہو، اور دوسری تب ہوگی جب ایمان سے فقط تصدیق مراد ہو۔تو گویا یہ صفت مبینہ بھی ہے اور صفت مقیدہ بھی، کیونکہ دونوں کا مدار ایمان کے معنیٰ کی تعیین میں ہے۔

سوال: و ذلک انما الخ سے کیا بتانا مقصود ہے وضاحت کریں؟

جواب: غیر المغضوب کو صفت بنانا درست نہیں ہے کیونکہ موصوف (الذین) معرفہ ہے اور صفت (غیر) نکرہ ہے [illegible]

نہیں ہے۔

جواب: غیر المغضوب کو صفت ماننے میں دو تاویلیں کی گئیں ہیں ان میں سے کسی بھی ایک تاویل کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو صفت بن

درست ہوگا۔

1۔ موصول کو نکرہ کے قائم مقام کر دیا جائے گا۔

2۔ غیر کو اضافت کی وجہ سے معرفہ قرار دیا جائے گا کیونکہ غیر اس کی طرف مضاف ہے جس کی ایک ہی ضد ہے لہذا اب وہ متعین ہو گیا۔

سوال: ابن کثیرؒ نے لفظ غیر کو منصوب پڑھا ہے تو ان کے نزدیک اس کا نصب کس بنیاد پر ہوگا؟

اس میں تین قول ہیں۔

جواب: 1۔ ابن کثیرؒ نے اسے ضمیر مجرور یعنی علیھم سے حال واقع ہونیکی بناپر منصوب پڑھا ہے۔

2۔ اعنی کو محذوف مان کر منصوب پڑھا جائے یہ اس صورت میں ہوگا جب انعمت علیھم سے مؤمنین کاملین مراد ہوں۔

3۔ "غیر" حرف استثناء ہو۔ یہ اس وقت ہوگا جب انعمت علیھم کے عموم سے کافروں کو خارج کیا جائے۔

سوال: غضب کا لغوی معنیٰ تحریر کرتے ہوئے واضح کریں کہ اللہ جل شانہ کی طرف اس کی نسبت کیسے درست ہے؟

جواب: غضب کے معنیٰ "ثوران النفس عند ارادۃ الانتقام" یعنی انتقام کے وقت دل میں خون کا جوش مارنا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف جب اس کی نسبت کی جائے گی تو اس سے مراد انتہائی معنیٰ کے اعتبار سے سزا ہوگی۔

سوال: علیھم کی تحقیق کریں؟

جواب: علیھم محلا مرفوع ہے نائب فاعل ہونے کی وجہ سے۔ انعمت علیھم یہ محلا منصوب ہے۔

سوال: لفظ "لا" کے بارے مصنفؒ کی تقریر قلم بند کریں۔

جواب: "لا" غیر میں پائے جانے والے نفی کے معنیٰ کی تاکید کے لئے ہے۔ گویا فرمایا "لا المغضوب علیھم ولا الضالین" اور کیونکہ غیر میں نفی کا معنیٰ

پایا جاتا ہے تو یہ "لا" کے معنیٰ میں ہوا۔ اسی وجہ سے انا زیدا غیر ضارب درست ہے کیونکہ غیر مضاف نہیں بلکہ "لا" کے معنی میں ہے۔

لہذا! یہاں تقدیم مفعول علی عامل مضاف الیہ لازم نہیں آتی۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے "انا زیدا لا ضارب" جائز ہے۔ اور "انا زیدا مثل ضارب"

جائز نہیں کیونکہ مثل مضاف عامل ہے اور یہ زیدا جو کہ ضارب کا مفعول ہے اس کا ضارب کے عامل پر مقدم ہونا لازم آتا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

سوال: ضلال سے کیا مراد ہے؟

جواب: ضلال کے معنیٰ ہیں "گمراہ" یعنی سیدھے راستے سے اعراض کرنے والا۔

سوال: المغضوب علیھم ولا الضالین سے کون مراد ہیں؟

جواب: اس میں متعدد اقوال ہیں:

پہلا قول: مغضوب علیھم سے مراد: یہود ہیں۔ ضالین سے مراد: نصاریٰ ہیں۔

دوسرا قول: اس سے مراد کافر ہیں۔

تیسرا قول: اس سے مراد عالم بے عمل ہے۔

چوتھا قول: اس سے مراد جاہل ہیں۔

سوال: ولا الضالین میں کن لوگوں کے نزدیک ہمزہ پڑھا جاتا ہے اور اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: وہ حضرات جو التقائے ساکنین سے بھاگتے ہیں ان کی لغت کے مطابق ولا الضالین ہمزہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے، کیونکہ اس طرح التقائے ساکنین لازم نہیں آتا۔

سوال: لفظ آمین نحوی اعتبار سے کیا ہے۔؟

جواب: لفظ آمین اس فعل کا اسم ہے جو کہ استجب ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا معنی پوچھا تو آپ نے فرمایا: افعل۔ اور یہ مبنی برفتحہ ہے این کی طرح التقائے ساکنین کی وجہ سے۔

سوال: آمین کو کن دو طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔ اس پر دلیل بھی پیش کریں۔

جواب: لفظ آمین کو "مد اور قصر" دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ مد جیسے یرحم الله عبدا قال آمینا، قصر جیسے وقال امین فزاد الله مابیننا بعد

سوال: لفظ آمین قرآن کا حصہ ہے یا نہیں؟ اور سورۃ فاتحہ کے آخر میں اس کے پڑھنے کی کیا حیثیت ہے۔

جواب: لفظ "آمین" بالاتفاق قرآن کا حصہ بالکل نہیں۔ سورۃ فاتحہ کے آخر میں پڑھنا مسنون ہے۔

سوال: امام لفظ آمین پڑھے یا نہیں۔ مصنف کا موقف اور امام اعظم کا مسلک ذکر کریں۔

جواب: مصنفؒ کے نزدیک امام اسے کہے گا اور جہری نمازوں میں بلند آواز سے کہے گا۔ امام صاحب کا مسلک یہ کہ کہ امام نہ کہے۔

☆......☆.....☆

حصہ دوم (مشکوٰۃ المصابیح)

کتاب الایمان

سوال: ایمان بسیط ہے یا مرکب؟

جواب اس بارے میں چھ اقوال ہیں۔ ان میں دو صحیح اور چار باطل ہیں۔ جہمیہ، کرامیہ، مرجیہ، معتزلہ وخوارج، امام شافعی، امام اعظم

جہمیہ: ایمان فقط معرفتِ قلبی کا نام ہے۔ دلیل: حدیث: من مات وھو یعلم انه لااله الاالله دخل الجنة اس میں کلمہ توحید جاننے پر ہی دخول جنت کی ضمانت دی گئی ہے۔

کرامیہ: ایمان فقط اقرار لسانی کا نام ہے۔ دلیل: من قال لااله الاالله دخل الجنة اس میں کلمہ توحید زبان سے کہنے پر جنت کی خبر دی ہے۔

مرجیہ: ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے۔ دخول جنت کے لئے عمل کی ضرورت نہیں۔ دلیل: حدیث: مامن عبد قال لااله الاالله ثم مات علی ذلک الادخل الجنة'' حضرت ابوذرؓ نے فرمایا وان ذنی وان سرق؟ حضور نے ارشاد فرمایا: وان ذنی وان سرق پیش کرتے ہیں کہ زنا اور سرقہ کے باوجود جنتی فرمایا عذاب کا ذکر نہیں کیا۔

معتزلہ وخوارج: ان کے نزدیک ایمان مرکب ہے۔ تصدیق بالجنان، اقرار باللسان اور عمل بالارکان سے۔ اور یہ تینوں اس کے لازمی اجزا ہیں۔ ان میں سے ایک بھی فوت ہوگیا تو ایمان بھی فوت ہوجائے گا، اور آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا، مگر کفر میں داخل ہوگا یا نہیں، معتزلہ کے نزدیک کفر میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ کفر اور ایمان کے درمیان رہے گا، خوارج کہتے ہیں کہ کفر میں داخل ہوجائے گا۔

دلیل معتزلہ: حضور نے فرمایا: زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں رہتا۔ دلیل خوارج: آیت: جو مسلمان کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کردے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (جہنم میں ہمیشہ کافر ہی رہے گا)۔

امام شافعیؒ: ایمان مرکب ہے، لیکن معتزلہ وخوارج کی طرح نہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک تصدیق بالجنان اصل ہے باقی دونوں جزء زائد ہیں۔ اگر وہ دونوں نہ بھی ہوں تب بھی تصدیق بالجنان کی وجہ سے مومن رہے گا۔ دلیل: قرآن واحادیث میں بکثرت تارک عمل کو مومن کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ: ایمان بسیط ہے، نام ہے صرف تصدیق بالجنان کا۔ لیکن مرجیہ کی طرح نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ اقرار باللسان دنیوی احکام جاری ہونے کے لئے اور عمل بالارکان ایمان کو کامل اور مکمل بنانے کے لئے ضروری ہے۔

سوال: ایمان بڑھتا گھٹتا ہے یا نہیں؟

امام اعظمؒ: ایمان بسیط ہے اور شئی بسیط میں اجزاء نہ ہونے کی وجہ سے کمی زیادتی نہیں ہوتی، اس لیے ایمان میں بھی کمی زیادتی نہیں ہوتی۔

ائمہ ثلاثہ وجمہور محدثین: ایمان مرکب ہے اور اعمال اس میں داخل ہیں، اس لئے اعمال کی کمی زیادتی سے ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔

دفع تعارض: بظاہران دونوں اقوال میں تعارض نظر آتا ہے، مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ امام صاحب نے نفسِ ایمان میں کمی زیادتی کا انکار کیا ہے، جس کے ائمہ ثلاثہ بھی قائل ہیں، اور ائمہ ثلاثہ نے جو ایمان کی کمی زیادتی ثابت کی ہے وہ اعمال کے اعتبار سے ہے، جس کے امام صاحب بھی قائل ہیں۔ المختصر: عمل کی وجہ سے نفسِ ایمان نہیں بڑھتا اور اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔

کتاب الطہارت

سوال: اگر پانی اور مٹی دونوں میسر نہ ہوں تو کیا بغیر طہارت نماز ادا کی جائے یا قضا کی جائے؟

جواب اس میں اختلاف ہے اور چار مذہب ہیں۔ امام مالکؒ: نہ نماز پڑھے اور نہ قضا کرے۔ دلیل: ایسا شخص نماز کا اہل ہی نہیں، اس لئے کہ نماز کی اہلیت طہارت کے ساتھ ہے اور طہارت نہ ہونے کی وجہ سے ادا ساقط ہو جائے گی، اور کیونکہ اس کی جانب سے کوئی کوتاہی بھی نہیں ہوئی اس لئے قضا بھی ساقط ہو جائے گی۔

امام شافعیؒ: نماز ادا کرے اور بعد میں اس کی قضا کرے۔ دلیل: حدیث: جب میں تمہیں کسی کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس کو بجالاؤ۔ (ماجہ)

امام احمد بن حنبلؒ: نماز پڑھے اور قضا نہ کرے۔ دلیل: اس وقت وہ اُسی پر قادر ہے اس سے زائد پر قادر نہیں، اسی حال میں اس کی نماز معتبر ہوگی، جب معتبر ہوگئی تو قضا کی ضرورت نہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ: نماز ادا نہ کرے بلکہ بعد میں قضا کرے۔ دلیل: حدیث: بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی (ترمذی)

سوال: قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ یا پشت کرنے کا کیا حکم ہے؟ جواب: اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں جن میں پانچ زیادہ مشہور ہیں۔ طرفینؒ: استقبال واستدبار دونوں مطلقاً ناجائز ہیں۔ دلیل: حضرت ابوایوب انصاریؓ کی مرفوع متصل حدیث جس میں بوقت استنجاء قبلہ کی جانب رخ کرنے اور پشت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس میں جنگل یا آبادی کی کوئی تخصیص نہیں۔

داؤد ظاہریؒ: دونوں مطلقاً جائز ہیں جنگل ہو یا آبادی۔ دلیل: حدیث جابرؓ: حضور ﷺ نے قبلہ کی جانب رخ کر کے پیشاب کرنے سے منع فرمایا اور پھر اپنی وفات سے ایک سال قبل دیکھا گیا کہ آپ نے قبلہ کا استقبال فرما رہے ہیں۔ اس سے استقبال ثابت ہو رہا ہے لہذا دونوں جائز ہیں۔

امام مالک وشافعیؒ: صحراء میں دونوں ناجائز اور آبادی میں دونوں جائز۔ دلیل: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بہن حفصہ کے مکان کی چھت پر چڑھا تو حضور ﷺ کعبہ کی جانب پشت کئے ہوئے قضائے حاجت فرما رہے تھے۔ اس سے آبادی میں استدبار اور مذکورہ حدیث جابر سے استقبال ثابت ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ: استقبال مطلقاً ناجائز اور استدبار مطلقاً جائز۔ امام یوسفؒ: استقبال مطلقا ناجائز اور استدبار جنگل میں ناجائز آبادی میں جائز۔

سوال: مسواک سنتِ صلوٰۃ ہے یا سنت وضو؟ جواب: اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعی وامام احمدؒ: مسواک سنت صلوٰۃ ہے۔ دلیل: حدیث: اگر مجھے اپنی امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت انہیں مسواک کا حکم دے دیتا۔ (بخاری) امام اعظم وامام مالکؒ: مسواک صرف سنت

وضو ہے۔ دلیل: وہ احادیث ہیں جن میں عند کل وضو اور مع کل وضو کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

سوال: مضمضہ واستنشاق کا کیا حکم ہے؟ جواب: امام احمد بن حنبلؒ: وضو اور غسل دونوں میں فرض ہیں۔ دلیل: وہ روایات جن میں مضمضہ اور استنشاق کے لئے امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔(جب وضو کرے تو مضمضہ کر۔ جب وضو کرے تو چھینک لیا کر) امام شافعی و مالکؒ: وضو اور غسل دونوں میں سنت ہیں۔ دلیل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور حدیث عشر من الفطرۃ (ابوداؤد) جس میں مضمضہ اور استنشاق کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ: وضو میں سنت اور غسل میں فرض ہیں۔ دلیل: سنت کی دلیل مذکورہ حدیث عائشہ اور فرض ہونے کی دلیل قرآن کریم جس میں ہے اگر تم جنبی ہو جاؤ تو خوب پاکی حاصل کرو یہاں غسل کے بیان میں مبالغہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ اور ظاہر بات ہے مبالغہ کی وجہ سے جو چیزیں وضو میں سنت ہیں ان کو غسل میں فرضیت کا درجہ دیا جائے۔

سوال: وضو کرتے وقت تسمیہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جواب: اصحاب الظواہر: تسمیہ علی الوضو واجب ہے۔ دلیل: حدیث: جو اللہ کا نام نہ لے اس کا وضو نہیں۔ (ترمذی) جمہور ائمہ: تسمیہ علی الوضو صحیح قول کے مطابق سنت ہے ایک روایت استحباب کی بھی ہے۔ دلیل: وضو کو نقل کرنے والے بائیس (۲۲) سے زائد صحابہ ہیں، ان میں سے کسی نے بھی تسمیہ کا ذکر نہیں کیا، اگر یہ واجب ہوتی تو اس کا ضرور ذکر کرتے۔

سوال: کانوں کے مسح کے لئے ماء جدید لیا جائے گا یا نہیں؟ جواب: امام شافعیؒ: مسح اذنین کے لئے ماء جدید لینا واجب ہے۔ دلیل: حضرت انس کی روایت کہ آپ ﷺ نے کانوں کے لئے نیا پانی لیا۔ (معارف السنن)

امام اعظم و احمد بن حنبلؒ: ماء جدید لینا ضروری نہیں۔ دلیل: حضور ﷺ کے وضو کو نقل کرنے والے متعدد صحابہ کرام نے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے سر اور کانوں کا مسح ایک ساتھ فرمایا، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کانوں کے مسح کے لئے ماء جدید کی ضرورت نہیں۔

سوال: بلی کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟ جواب: امام اوزاعیؒ: بلی کا جھوٹا نجس اور ناپاک ہے۔ دلیل: وہ حدیث: جس میں بلی کو درندہ جانور کہا گیا ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ درندہ جانور کا جھوٹا ناپاک ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور امام یوسفؒ: بلی کا جھوٹا بلا کراہت پاک ہے۔ دلیل: حضرت ابوقتادہؓ کی حدیث: بلی ناپاک نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے پاس گھومتی رہتی ہے۔ (ابوداؤد) طرفینؒ: بلی کا جھوٹا مکروہ ہے مگر کراہت کس درجہ کی ہے اس میں دو اقوال ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہے، اور امام کرخی فرماتے ہیں کہ کراہت تنزیہی ہے یہی منقول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ دلیل: وہ حدیث جس میں ارشاد فرمایا گیا کہ تمہارے برتن میں اگر بلی منہ مار دے تو اس کی پاکی یہ ہے کہ اس کو ایک یا دو مرتبہ دھویا جائے (طحاوی) اس سے معلوم ہوا کہ بلی کا جھوٹا مکروہ ہے اگر مکروہ نہ ہوتا تو دھونے کا حکم بھی نہ ہوتا۔

سوال: بول ما یؤکل لحم کا حکم کیا ہے؟ جواب: امام مالک و امام احمدؒ: جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا پیشاب پاک ہے۔ دلیل حضور کا قبیلہ عرینہ کو اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا کہنا۔ جواب حدیث: حالت اضطرار میں شئ نجس کا استعمال جائز ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ و امام شافعیؒ: بول ما یؤکل لحمہ نجس ہے۔ دلیل: حدیث: پیشاب سے بچو اس لئے کہ عذاب قبر عام طور پر اسی سے ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ)

کتاب الصلوٰۃ

سوال: جو شخص قصداً نماز نہ پڑھے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب. امام احمد بن حنبلؒ: قصداً نماز کا چھوڑنے والا کافر و مرتد ہے۔ دلیل: وہ تمام احادیث جن میں نماز چھوڑنے پر کفر کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

ائمہ ثلاثہؒ تارک صلوٰۃ کافر نہیں، مؤمن ہے۔ دلیل: حدیث عبادۃ بن صامتؓ ہے۔ المختصر: جس میں رسول اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے خشوع خضوع کے ساتھ پانچ فرض نمازیں اپنے وقت پر ادا کیں تو اللہ کے ذمہ اس کی مغفرت کا وعدہ ہے۔ اور جو اس طرح نہ کرے اس کے ساتھ اللہ کا کوئی عہد نہیں خواہ اس کی مغفرت کرے یا عذاب دے۔ (ابوداؤد)

اگر توبہ نہ کرے تو امام احمدؒ کے نزدیک مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ دلیل: حدیث: جو مرتد ہو جائے اسے قتل کردو۔ (ترمذی)

امام مالک و امام شافعیؒ: تعزیراً قتل کیا جائے گا۔ دلیل: وہ احادیث اور سورۃ توبہ کی آیت مبارک جس میں جان کی عصمت کا موقوف علیہ تین باتیں ہیں (توحید و رسالت کا قرار، ادائیگی نماز، اور ادائیگی زکوٰۃ) قرار دی گئی ہیں۔ ان میں سے جو بھی مفقود ہوگا، جان و مال کی عصمت منتفی ہو جائے گی۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ: قید کیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کر کے نماز شروع کرے یا پھر اسی حالت میں موت آ جائے۔ دلیل حدیث. کسی مسلمان کا خون جو کلمہ توحید کا ماننے والا ہو حلال نہیں،۔ البتہ تین صورتوں میں جائز ہے۔ جان کے بدلہ جان، شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا، مرتد (بخاری) یہی راجح ہے۔

سوال: طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز کا حکم؟ جواب: ائمہ اربعہ کا اس پر تو اتفاق ہے کہ عصر کی نماز ادا کرتے ہوئے سورج غروب ہو جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔ البتہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر فجر کی نماز ادا کرتے ہوئے سورج غروب ہو جائے تو نماز باطل ہوگی یا نہیں؟

ائمہ ثلاثہؒ: فجر کی نماز کے دوران سورج طلوع ہونے سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ دلیل: حدیث: جس نے سورج طلوع ہونے سے قبل نماز کی ایک رکعت پالی اس نے پوری نماز پالی (بخاری) دوسری دلیل: جس نے طلوع آفتاب سے پہلے فجر کا ایک سجدہ پالیا وہ اپنی نماز پوری کرلے۔ اس سے معلوم ہوا عصر کی طرح طلوع شمس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

امام اعظم ابوحنیفہ: دوران فجر طلوع شمس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ دلیل: حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کہ طلوع شمس وغروب شمس کے وقت نماز میں تحری مت کرو۔

سوال: الترجیع فی الاذان کا حکم کیا ہے؟ جواب: کلمات اذان کی تعداد میں اختلاف ہے جس کا مدار ترجیع پر ہے۔ ترجیع کا مطلب ہے کہ اذان میں جو شہادت والے چار کلمے ہیں ان میں سے ہر ایک کو دو دو بار کہنا پہلے آہستہ پھر زور سے، اس صورت میں یہ کلمات چار کے آٹھ ہو جاتے ہیں۔

امام شافعیؒ: اذان میں ترجیع افضل ہے۔ دلیل: حضرت ابو محذورہؓ جن کو حضور ﷺ نے اذان میں ترجیع سکھائی۔ (مسلم) امام مالکؒ اذان میں ترجیع افضل ہے۔ مگر شروع میں انہوں نے چار تکبیروں کی بجائے دو تکبیریں ختم کردیں، اس لیے ان کے نزدیک کلمات اذان سترہ رہ گئے۔ دلیل شافعی ہی

دلیل مالک ہے۔

امام اعظمؒ اور امام احمد بن حنبلؒ: اذان میں ترجیع افضل نہیں۔ اس لئے کلمات اذان صرف پندرہ ہیں۔ دلیل: حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو خواب میں جواذان سکھائی گئی اس میں ترجیع نہیں تھی (ابوداؤد) نیز مؤذن رسول کا آخری عمل عدم ترجیع کا ہے۔

سوال: اذان قبل الوقت کا کیا حکم ہے؟ جواب: ائمہ اربعہ کے نزدیک فجر کے علاوہ باقی ساری نمازوں میں اذان قبل الوقت معتبر نہیں ہے۔ البتہ فجر کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ وامام ابو یوسفؒ: اذان فجر صبح صادق سے پہلے جائز ہے۔ دلیل: حدیث ابن عمرؓ: بلال رات کو اذان دیتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو جب تک کہ تم ابن ام مکتوم کی اذن نہ سن لو۔ اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت بلال صبح صادق سے پہلے اذان دیتے تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمدؒ: اذان فجر قبل الوقت جائز نہیں۔ دلیل: حدیث: حضور نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ جب تک فجر اس طرح واضح نہ ہو جائے اذان مت دیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اذان فجر طلوع کے بعد معتبر ہے۔

سوال: اجرت علی الطاعات کا کیا حکم ہے؟ جواب: اذان، امامت، تعلیم قرآن وفقہ، اور ان جیسی دوسری عبادات پر اجرت لینے کے جواز اور عدم جواز پر ائمہ کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ وامام احمد بن حنبلؒ: اذان اور تعلیم قرآن پر اجرت لینا ناجائز ہے۔ دلیل: حضرت عثمان بن ابوالعاصؓ کی روایت: کہ رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت مجھے یہ تھی کہ میں ایسا مؤذن مقرر کروں جو اذان پر اجرت نہ لے۔

امام مالک وامام شافعیؒ: اذن اور تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے۔ دلیل: مشہور واقعہ جس میں صحابہ کرام نے دوران سفر ایک قبیلہ سے کہا کہ وہ ان کی میزبانی کرے تو انہوں نے انکار کیا۔ اور پھر اتفاق سے اس قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ چنانچہ وہ صحابہ کرام کے پاس آئے اور جھاڑ پھونک کا کہا۔ جس پر صحابی نے کہا کہ میں اجرت کے بغیر نہیں جھاڑ سکتا کیونکہ آپ نے بھی ہماری میزبانی سے انکار کیا تھا۔ آخر بکریوں کے ایک ریوڑ پر قبیلہ والوں کے ساتھ معاملہ طے ہو گیا۔ اور جب آپ ﷺ کے سامنے واقعہ ذکر کیا گیا تو آپ نے اس کی تصویب فرمائی اور اجرت کو جائز قرار دیا۔ (بخاری)

متاخرین احنافؒ: وہ امور دینیہ جن پر دین اسلام کی بقاء موقوف ہے ان پر اجرت لینا جائز ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔

سوال: جب فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو سنتوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: امام ابوحنیفہ وامام مالکؒ: جماعت کھڑی ہونے پر فجر کی سنتوں کا پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ جماعت پانے کا یقین ہو۔ دلیل: وہ احادیث جن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے فجر کی یہ دو رکعتیں ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔ اور اسی طرح متعدد صحابہ کرام سے جماعت کھڑی ہونے کے بعد فجر کی سنتوں کا پڑھنا ثابت ہے۔

امام شافعی وامام احمد بن حنبلؒ: جماعت کھڑی ہونے بعد کسی بھی سنت کا پڑھنا جائز نہیں۔ دلیل: حدیث: جس میں حضور ﷺ نے فرمایا، جب

نماز کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں (ترمذی)

سوال: صلوٰۃ الوتر کا حکم کیا ہے؟ جواب: ائمہ ثلاثہ وصاحبینؒ: وتر کی نماز سنت ہے، واجب نہیں۔ دلیل: حضرت علی کا اثر ہے کہ وتر تمہاری فرض نمازوں کی طرح نہیں ہے، البتہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ: نماز وتر واجب ہے۔ دلیل: حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ وتر حق ہے پس جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ اور حق یہاں واجب کے معنیٰ میں ہے۔

سوال: نماز وتر کی کتنی رکعات ہیں؟ جواب: امام شافعی واحمد: نماز وتر ایک رکعت سے لے کر گیارہ رکعات تک ہے۔ یعنی ایک رکعت، تین، پانچ، سات، نو اور گیارہ رکعات۔ دلیل: مذکورہ تعداد کے مطابق احادیث موجود ہیں۔ ان کے جوابات درج ذیل ہیں۔ پانچ رکعت والی روایت میں دو نفل اور تین وتر ہیں، سات رکعت والی روایت میں تین رکعت وتر اور چار رکعت تہجد کی ہیں۔ اور نو رکعت والی حدیث میں چھ رکعت تہجد اور تین وتر ہیں۔ اور گیارہ رکعت والی روایت میں چھ تہجد، تین وتر اور دو رکعت جو وتر کے بعد بیٹھ کے پڑھتے ہیں ان سب کو اکٹھا ملا دیا۔

امام ابوحنیفہؒ: وتر کی تین رکعات ہیں اس سے زائد جائز نہیں۔ دلیل: حدیث مبارک: جس میں بتایا گیا کہ حضور وتر کی تین رکعات میں تین سورتیں (سبح اسم ربک الاعلیٰ، سورہ کافرون، سورہ اخلاص) پڑھتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ وتر کی تین رکعات ہیں۔ امام مالکؒ: ان کے نزدیک بھی تین رکعات ہیں مگر ادائیگی کا طریقہ کار مختلف ہے۔

سوال: نماز وتر ایک سلام سے پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جواب: ائمہ ثلاثہ: نماز وتر دو سلاموں کے ساتھ ہے۔ دلیل: اس مسئلہ میں ان کی کوئی صریح یا صحیح حدیث موجود نہیں اور نہ ہی صحابہ کا معمول رہا ہے۔ البتہ ابن عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ دو سلاموں کے قائل تھے اور اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

احنافؒ: وتر ایک سلام کے ساتھ ہے درمیان میں کوئی سلام نہیں۔ دلیل: متعدد روایات ہیں۔ ان میں سے ایک کا مفہوم: وتر کی تین رکعات مغرب کی تین رکعات کے مثل ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ صفحہ ۲۴۶) جس طرح مغرب کی تین رکعات کے درمیان سلام نہیں وتر کی نماز کے درمیان بھی سلام نہیں۔

کتاب الجنائز

سوال: قبر پر جنازہ کی نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جواب: اگر میت کو بغیر جنازہ پڑھے دفن کر دیا تو اس صورت میں بالاتفاق جب تک میت کے اجزاء متفرق نہ ہوں قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ اگر نماز جنازہ پڑھ کر میت کو دفن کیا تو قبر پر دوبارہ، سہ بارہ نماز پڑھنے میں اختلاف ہے۔

امام شافعی واحمدؒ: قبر پر دوبارہ سہ بارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ دلیل: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قبر دیکھی جو سب قبروں سے دور ایک طرف تھی تو حضور ﷺ نے صحابہ سے صف بنوائی اور پھر نماز جنازہ پڑھی۔ (ترمذی) امام اعظم ابوحنیفہ وامام مالکؒ: دوبارہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ دلیل: احناف کا سب سے بڑا استدلال یہ ہے کہ صحابہ کرام کا بے شمار قبروں پر گزر ہوا مگر کہیں بھی ان سے اعادۂ صلاۃ ثابت نہیں۔ اور جہاں حضور کے دوبارہ قبر پر جنازہ پڑھنے کا سوال ہے وہ حضور کی خصوصیت تھی۔

کتاب الزکوٰۃ

سوال: یتیم کے مال میں زکوٰۃ کا حکم؟ جواب: ائمہ ثلاثہ: مالِ یتیم میں زکوٰۃ واجب ہے۔ دلیل: حدیث: خبردار! جو شخص کسی ایسے یتیم بچے کا سرپرست ہو، جس کے پاس کچھ مال ہے تو اس (سرپرست) کو چاہیے کہ اس کے مال میں تجارت کرے۔ اس کو یونہی نہ چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کو صدقہ ختم کر دے۔

امام اعظم ابوحنیفہ: مالِ یتیم میں زکوٰۃ نہیں۔ دلیل: حدیث: تین آدمیوں سے قلم روک لیا گیا، سونے والا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے، بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے، مجنون یہاں تک کہ عاقل ہو جائے۔ اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے احکامِ شریعت کا مکلف نہیں ہو گا۔ زکوٰۃ بھی شریعت کا ایک حکم ہے اس لیے یتیم بچہ زکوٰۃ کا مکلف نہیں ہو گا۔

سوال: رکاز کا کیا حکم ہے؟ جواب: رکاز ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین میں دفن کی گئی ہو۔ چنانچہ اس میں کنز (خزانہ) بالاتفاق داخل ہے۔ البتہ معدن کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ رکاز میں داخل ہے یا نہیں۔

امام شافعی و امام مالک: معدن رکاز میں داخل نہیں، اس لیے اس پر زکوٰۃ بھی نہیں۔ دلیل: یہ حضرات دلیل میں ایک محتمل روایت پیش کرتے ہیں جس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ معدن میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ و امام احمد بن حنبل: معدن رکاز میں شامل ہے۔ دلیل: حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رکاز میں خمس ہے، عرض یا گیا اللہ کے رسول رکاز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ سونا ہے جو اللہ نے زمین کی پیدائش کے وقت اس میں پیدا فرمایا ہے۔ اس حدیث میں حضور ﷺ نے رکاز کی تفسیر معدن سے فرمائی ہے جو کہ اس کا صحیح ثبوت ہے کہ رکاز میں معدن شامل ہے۔

سوال: خرص کا کیا حکم ہے؟ جواب: خرص کے لغوی معنی اندازہ لگانے کے ہیں۔ اور اصطلاح میں خرص اس کو کہتے ہیں کہ حاکم کھیتوں اور باغوں کے پکنے سے پہلے ایک آدمی کو بھیج کر کھیتی کا اندازہ لگوائے کہ اس سال کس کے کھیت میں کتنی پیداوار ہو رہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ خرص جائز ہے یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ: خرص جائز ہے۔ دلیل: ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں خرص کا حکم دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خرص جائز ہے۔
جواب: یہ آپ ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے بعد میں یہ منسوخ ہو گیا۔

امام اعظم ابوحنیفہ: خرص جائز نہیں ہے۔ دلیل: حضرت جابرؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خرص سے منع فرمایا ہے۔ خرص ایک تخمینی چیز ہے، جس میں خطا کا بھی احتمال ہے، اس لئے تخمینی چیز میں کوئی حکم لگانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

سوال: ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں دینی جائز ہے یا نہیں؟ جواب: شوافع اور مالکیہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں۔ دلیل: حدیث: اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو کہ ان کے مالداروں سے لے کر ان کے ہی فقراء کو دی جائے گی۔ (متفق علیہ)
معلوم ہوا کہ دوسرے شہر کے فقراء کو دینا جائز نہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔ دلیل: حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ اطراف کی زکوٰۃ مدینہ منورہ منگوالیا کرتے تھے۔ جو اس کے

بیمار ہونے کی صریح دلیل ہے۔

کتاب الصوم

سوال: کیا روزے کی نیت رات کو کرنا ضروری ہے؟ جواب: امام مالکؒ: روزے کی نیت رات کو کرنا ضروری ہے خواہ فرض ہو یا نفل۔ امام شافعیؒ فرض روزے کی نیت رات کو کرنا ضروری ہے نفل کی نہیں۔ دلیل: ترمذی شریف کی ایک روایت میں صبح صادق سے پہلے نیت کرنے کو ضروری بتلایا گیا ہے، چنانچہ فرمایا: اگر طلوع فجر سے قبل نیت نہیں کی تو اس کا روزہ ہی نہیں۔ جواب: نفی کمال پر محمول ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نفل اور صوم معین کی نیت زوال سے پہلے تک کر سکتے ہیں، رات میں کرنا ضروری نہیں۔ دلیل: حدیث: حضور ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں میں آواز لگائے جب کہ عاشورہ کا روزہ فرض کیا گیا ہے خبردار! جس نے کچھ کھالیا وہ اب رک جائے اور جس نے نہیں کھایا وہ روزہ رکھے۔ اس حدیث مذکور میں دن کے وقت روزے کا اعلان کیا گیا اب جن لوگوں نے کچھ نہیں کھایا انہوں نے روزے کی نیت دن میں ہی کی ہوگی، معلوم ہوا زوال سے پہلے تک نیت کر سکتے ہیں۔ البتہ صوم غیر معین رمضان کی قضا یا نذر مطلق وغیرہ میں تو ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ ان میں نیت رات کو کی جائے۔

سوال: صوم عن المیت کا کیا حکم ہے؟ امام شافعی و امام احمدؒ: اگر میت پر روزوں کی قضا واجب تھی تو اب ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے گا۔ دلیل: حضرت امی عائشہؓ کی روایت کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص مرگیا اور اس پر روزے واجب تھے تو اس کی جانب سے اس کا ولی روزے رکھے۔ جواب: راویہ کا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہے۔ امام اعظم و امام مالکؒ: ولی میت کی جانب سے روزہ رکھنے کا مجاز نہیں اور یہی امام شافعی کا قول جدید ہے۔ دلیل: حضرت ابن عباسؓ کی روایت: کوئی آدمی دوسرے کی جانب سے روزہ نہ رکھے بلکہ اس کی طرف سے کھانا کھلادے۔

کتاب المناسک

سوال: کونسا حج افضل ہے؟ جواب: حج کی تین قسمیں ہیں۔ افراد، تمتع، قران

افراد: آدمی میقات سے صرف حج کا احرام باندھے اسے حج افراد کہتے ہیں۔ تمتع: آدمی اشہر حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھے، پھر عمرہ سے فارغ ہوکر اسی سال حج کا احرام باندھے اسے حج تمتع کہتے ہیں۔ قران: اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت: میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے، دوسری صورت: پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور پھر عمرہ کا احرام کھولنے سے پہلے اسی احرام میں حج کی نیت کرلے۔ اسے حج قران کہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان تینوں میں کونسا حج افضل ہے؟

امام احمد بن حنبلؒ: حج تمتع افضل ہے۔ دلیل: حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے حج تمتع فرمایا ہے۔

امام شافعی و امام مالکؒ: حج افراد افضل ہے۔ دلیل: حضرت عائشہؓ کی روایت: جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے حج افراد کیا ہے۔

امام اعظمؒ: حج قران افضل ہے۔ دلیل: بخاری کی روایت میں ہے کہ وادی عقیق میں اللہ نے حضور ﷺ کو حج قران کا حکم دیا۔ حکم سے ظاہر ہے حضور نے حج قران ہی ادا کیا ہے۔

سوال: مسئلۃ الاحصار فی الحج واضح کریں۔ جواب: احصار لغت میں روکنے کو کہتے ہیں اور شریعت میں احصار یہ ہے کہ آدمی حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد دشمن یا مرض کی وجہ سے حج یا عمرہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔ اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ احصار کا سبب کیا ہے۔

امام اعظمؒ: دشمن اور مرض دونوں احصار کا سبب ہیں۔ دلیل: حضرت حجاج بن عمروؓ کی روایت ہے کہ اگر احرام باندھنے کے بعد کسی کی ہڈی ٹوٹ جائے یا لنگڑا ہو گیا تو وہ احرام کھولے اور اس پر حج کی قضا لازم ہے۔ (ترمذی)

ائمہ ثلاثہؒ: احصار کا سبب صرف عدوّ (دشمن) ہے۔ دلیل: ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور اور صحابہ کرام کو عمرہ کی ادائیگی کی رکاوٹ دشمن کی طرف سے پیش آئی تھی، لہٰذا احصار دشمن کے ساتھ خاص ہے۔ جواب: ائمہ لغت نے احصار کا لفظ حقیقتاً حبس بالمرض کے لئے بیان کیا ہے اور حبس بالعدوّ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ترجیح: مذہب ابوحنیفہ کو ہے کیونکہ آپ کا مذہب لغۃً، روایۃً اور درایۃً راجح ہے۔

سوال: محصر کا کیا حکم ہے؟ امام صاحبؒ: محصر زمین حرم میں ہدی بھیجے اور اس کے ذبح کا وقت مقرر کرے اور پھر وقت مقررہ پر حلال ہو جائے۔

ائمہ ثلاثہؒ: ہدی کو حرم بھیجنا ضروری نہیں بلکہ جہاں احصار پیش آیا وہیں ذبح کیا جائے۔ یہ صلح حدیبیہ کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں۔

جواب: مقام حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں داخل ہے اور کچھ حرم سے خارج، اور ذبح داخل حرم میں ہوا تھا۔

سوال: طواف القاران؟ جواب: ایسا شخص جس نے حج کے ساتھ عمرہ کا بھی احرام باندھا، قارن کہلاتا ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ حج اور عمرہ کے دو طواف کرے گا یا دونوں کے لئے ایک ہی طواف کرے گا؟ ائمہ ثلاثہؒ: قارن کے ذمہ تین طواف ہیں۔ طواف قدوم، طواف وداع، طواف زیارت اور اسی تیسرے طواف میں عمرہ کا طواف بھی شامل ہے۔ الگ سے عمرہ کے لئے طواف نہیں کیا جائے گا۔ دلیل: حضرت جابرؓ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام نے صفاء اور مروہ کے درمیان عمرہ اور حج کے لئے صرف ایک طواف کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قارن الگ الگ طواف نہیں کرے گا۔

امام اعظمؒ: قارن کے ذمہ چار طواف ہیں تین مذکورہ اور چوتھا طواف عمرہ۔ کیونکہ ان کے نزدیک حج اور عمرہ دونوں کے لئے الگ الگ طواف کیا جائے گا۔ دلیل: حضرت ابن عمر نے حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ کئے تو دونوں کے لئے دو طواف اور دو سعی کیں اور کہا کہ میں نے حضور کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت علی سے بھی یہی مروی ہیں۔

سوال: الترتیب فی مناسک الحج؟ جواب: یوم النحر یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ میں قارن اور متمتع کے لئے بالاتفاق چار افعال ہیں۔ رمی، ذبح، حلق، اور پھر طواف زیارت۔ اس ترتیب کی مطلوبیت پر بھی سب کا اجماع ہے لیکن ترتیب کی سنیت اور وجوب میں اختلاف ہے؟ کہ یہ ترتیب سنت ہے یا واجب؟ جواب: امام شافعی وامام احمدؒ: افعال کی یہ ترتیب سنت ہے اس لئے افعال کی تقدیم وتاخیر موجب دم نہیں۔ دلیل: حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ منیٰ میں لوگوں کے پاس کھڑے تھے تاکہ وہ آپ ﷺ سے سوال کریں۔ چنانچہ جب انہوں نے حضور ﷺ سے تقدیم وتاخیر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ایک ہی جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں جو رہ گیا اس کو اب کرلو (بخاری) جواب: لاحرج سے گناہ کی نفی کی ہے، یعنی اگر بھول سے ایسا کیا ہے تو کوئی گناہ نہیں، واجب ہونے کی نفی نہیں فرمائی اس لئے دم واجب ہوگا۔

امام اعظمؒ وامام مالکؒ: ترتیب واجب ہے اس کے ترک سے دم واجب ہوگا۔ دلیل: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ جو شخص افعال حج میں سے کسی کو مؤخر یا مقدم کردے تو وہ اس کے لئے دم دے۔ اسی طرح کے الفاظ حضرت جابر سے بھی مروی ہیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب واجب ہے۔

کتاب البیوع

سوال: کتے کا ثمن جائز ہے یا نہیں؟ جواب: امام شافعی وامام احمدؒ: کتا بیچنا جائز نہیں، خواہ معلم ہو یا غیر معلم۔ دلیل: حضرت رافع بن خدیج کی روایت کہ کتے کا ثمن خبیث ہے، خبیث حرام کے معنیٰ میں آتا ہے۔ امام اعظمؒ: جن کتوں سے نفع حاصل کیا جاتا ہے ان کا بیچنا جائز ہے۔ دلیل حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتے کے ثمن میں رخصت دی ہے۔ امام شافعی کی دلیل کا جواب یہ حدیث غیر منتفع کلب پر محمول ہے۔

سوال: البیع قبل بدو الصلاح کا حکم؟ جواب: امام شافعیؒ کے نزدیک بدو صلاح کے معنی یہ ہیں کہ پھل پک جائیں اور ان میں مٹھاس آجائے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک بدا صلاح کے معنی یہ ہیں کہ پھل اس حالت میں پہنچ جائیں کہ آفت وفساد سے محفوظ ہو جائیں۔

بدصلاح کی چھ صورتیں ہیں: تین صورتیں بدوصلاح سے پہلے بیچنے کی ہیں اور تین بعد میں بیچنے کی ہیں۔ پہلی صورت بدوصلاح سے پہلے پھل بیچے جائیں اور بائع فوراً پھل توڑنے کی شرط لگائے۔ یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔ دوسری صورت: بدوصلاح سے پہلے پھل بیچے اور مشتری کچھ مدت تک پھلوں کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگائے، یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے۔ تیسری صورت: بدوصلاح سے پہلے پھل بیچے جائیں اور کوئی شرط نہ لگائی جائے۔ اس صورت میں اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ: اس صورت میں بیع ناجائز ہے۔ دلیل: حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بدوصلاح سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے الخ۔ جواب: اس حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ یہ حدیث پہلی صورت کے بھی خلاف ہے۔ جس طرح پہلی صورت حدیث کے عموم میں داخل نہیں تیسری بھی داخل نہ ہوگی۔

امام اعظم: اس صورت میں بیع جائز ہے۔ دلیل: حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص ایسا کھجور کا درخت بیچے جس پر پھل ظاہر ہونے لگے ہوں تو پھل بائع کے ہوں گے مگر یہ کہ مشتری شرط لگا دے۔ ملاحظہ فرمائیں اس حدیث میں بدوصلاح سے پہلے بغیر کسی شرط کے بیع کا ذکر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدوصلاح سے پہلے بیع کی یہ صورت جس میں کوئی شرط نہ لگائی گئی ہو جائز ہے۔

بدوصلاح کے بعد پھلوں کو بیچنے کی تین صورتیں۔ پہلی صورت بدو الصلاح کے بعد پھل بیچے اور فوراً پھلوں کو توڑنے کی شرط لگائی۔ دوسری صورت بدوصلاح کے بعد پھل بیچے اور پھلوں کو کچھ دن تک درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگائی۔ تیسری صورت: بدوصلاح کے بعد پھل بیچے اور کوئی شرط نہ لگائی۔

بدوصلاح کے بعد بیع کی یہ تینوں صورتیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہیں۔ امام اعظمؒ کے نزدیک دوسری صورت ناجائز ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: یہ حضرات تینوں صورتوں کے جواز پر اس حدیث کے مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہیں جس میں بدو صلاح سے پہلے بیع سے منع کیا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب بدو صلاح سے پہلے بیع ممنوع ہے تو بدو صلاح کے بعد تو مطلقاً جائز ہے۔

امام صاحب کی دلیل: اس میں مشتری کی جانب سے ایسی شرط لگائی گئی ہے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہے۔ اور حضورﷺ نے بیع بالشرط سے منع فرمایا ہے۔

سوال: مبیع میں قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب: یہ اختلاف طعام کے علاوہ کے بارے میں ہے کیونکہ اگر مبیع غلہ اور طعام ہے تو قبل القبض اسکا فروخت کرنا جائز نہیں۔ اگر اس کے علاوہ ہے تو اس میں اختلاف ہے۔

جواب: امام مالک و امام احمدؒ: کے نزدیک: طعام کے علاوہ چیزوں میں قبضہ سے پہلے بیع جائز ہے۔ دلیل. حضرت ابن عمر کی روایت کہ لوگ بازار کی بالائی جانب سے غلہ خریدتے ہیں، اس کو اسی جگہ فروخت کر دیتے ہیں۔ رسول اللہﷺ نے اسی جگہ بیچنے سے منع کیا یہاں تک کہ اس کو منتقل کریں۔ انہوں نے اس حکم کو صرف غلہ و طعام پر منحصر کیا ہے۔

امام شافعیؒ: قبضہ سے پہلے کسی بھی چیز کا بیچنا جائز نہیں۔ دلیل: حضرت حکیم بن حزام کی روایت کہ حضورﷺ نے مجھ کو منع کیا کہ میں فروخت کروں جو میرے پاس نہیں۔

امام اعظمؒ: عقار اور غیر منقولی چیزوں میں تصرف قبل القبض جائز ہے اور بقیہ میں ناجائز۔ دلیل: اس ممانعت کی علت بائع کے پاس مبیع ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اس میں غرر اور انفساخ ہے۔ اور دھوکہ سے آپﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اور یہ احتمال اشیائے منقولہ میں ہوتا ہے اس لئے اس میں ناجائز ہوگا۔

کتاب النکاح

سوال: تخلی بالنوافل افضل ہے یا نکاح؟ جواب: امام شافعیؒ تخلی بالنوافل نکاح کرنے سے افضل ہے۔ دلیل: قرآن کریم میں نکاح کو مباح قرار دیا گیا ہے لہٰذا! یہ بیع و شراء کی طرح ہے، اور ظاہر بات ہے بیع و شراء سے تخلی بالنوافل افضل ہیں۔

احنافؒ: تخلی بالنوافل سے نکاح کرنا افضل ہے۔ دلیل: حضرت یحیٰ علیہ السلام کے علاوہ تمام انبیاء نے نکاح کئے۔ دوسری دلیل: حضورﷺ نے ایک سے زائد نکاح کئے اور شادی نہ کرنے والے کے لئے سخت وعید فرمائی۔ امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب: نکاح کے فی نفسہ مباح ہونے کے ہم بھی قائل ہیں، لیکن دوسرے مصالح کے پیش نظر ہم اس کو افضل کہتے ہیں۔ جیسا کہ بیع و شراء فی نفسہ مباح ہے مگر بال بچوں کی خاطر یہ مباح بھی واجب ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد ہو جائے یا نہیں؟ جواب: ائمہ ثلاثہؒ: آزاد عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر منعقد نہیں ہوتا۔ دلیل: حضورﷺ نے فرمایا: ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے۔ (ابوداود) دوسری دلیل: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جس نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا پس اس کا نکاح باطل ہے۔ (ترمذی)

امام اعظم ابوحنیفہؒ: آزاد عورت کا نکاح بغیر ولی کے ہوسکتا ہے۔ دلیل: قرآن کریم میں متعدد جگہ نکاح کرنے کی اضافت عورتوں کی جانب کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے "جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دے دو، اور ان کی عدت مکمل ہوجائے تو تم ان کو دوسرے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔ دیکھئے اس میں نکاح کرنے کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے۔ دوسری دلیل: حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ "عورت اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حقدار ہے (مسلم) معلوم ہوا وہ نکاح خود کرسکتی ہے۔

امام شافعیؒ کے دلائل کا جواب: پہلی حدیث میں اضطراب ہے یا یہ کہا جائے گا کہ اس میں نفی کمال کے لئے ہے۔ دوسری حدیث میں راویہ کا فتویٰ اس کے برعکس ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں عورت سے مراد باندی ہے۔

سوال: کیا مہر کے لئے مال کا ہونا ضروری ہے؟ جواب: امام شافعیؒ: مہر کا مال ہونا ضروری نہیں۔ دلیل: حضرت سھل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تیری شادی اس سے کردی اس قرآن کے عوض جو تیرے ساتھ ہے۔ دیکھئے! اس حدیث میں حضور ﷺ نے قرآن کو مہر قرار دیا ہے۔ امام اعظم وامام مالکؒ: مہر کا مال ہونا ضروری ہے۔ دلیل: سورۃ النساء کی آیت میں ہے "محرمات کے علاوہ باقی تمام عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں کہ تم ان کو مال کے بدلہ حاصل کرسکتے ہو۔" مال کا ذکر بتلا رہا ہے کہ غیر مال مہر نہیں بن سکتا۔ امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب: یہ حدیث خبر واحد ہے جس کی وجہ سے آیت کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔

کتاب الصید والذبائح

سوال: ذکوۃ الجنین کا کیا حکم ہے؟ جواب: امام شافعی وصاحبینؒ: اس کا کھانا جائز ہے، اس کی ماں کا ذبح اس کا ذبح سمجھا جائے گا۔ دلیل: حضرت جابر کی روایت ہے کہ: حضور ﷺ نے فرمایا: پیٹ کے بچے کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح ہے۔

امام اعظمؒ: ایسے جنین کا کھانا جائز نہیں۔ دلیل: ایسا بچہ جو ماں کے پیٹ سے مردہ نکلا وہ منخنقہ کے حکم میں ہے، اس لئے اغلب یہی ہے کہ ماں کے ذبح کے بعد بچے کی موت سانس گھٹنے کی وجہ سے ہوئی اور منخنقہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ جنین کی حیات ایک مستقل حیات ہے، یہی وجہ ہے کہ ماں سے انفصال کی صورت میں بچہ زندہ رہتا ہے، لہٰذا! دونوں کو مستقل ذبح کی ضرورت ہے۔ امام شافعی کی دلیل کا جواب: بعض محدثین نے اس حدیث پر کلام کیا ہے۔

سوال: گوہ کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ جواب: امام شافعیؒ: گوہ حلال ہے۔ دلیل: حدیث: رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر ضب رکھی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر گوہ کا کھانا ناجائز ہوتا تو اسے آپ ﷺ کے دسترخوان پر کیوں رکھا جاتا۔

امام صاحبؒ: ضب مکروہ تحریمی ہے۔ دلیل: آیت کریمہ: ویحرم علیهم الخبائث۔ اور گوہ بھی خبائث میں سے ہے۔ اس لئے حلال نہ ہوگا۔ دوسری دلیل: حدیث: رسول اللہ ﷺ نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداود) دلیل شافعی کا جواب: ضب کے بارے میں احادیث متعارض ہیں اس لئے حرمت والی احادیث کو ترجیح ہوگی۔

کتاب اللباس

سوال: بیماری، جنگ یا سفر وغیرہ میں ریشم پہننے کا کیا حکم ہے؟
امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور صاحبینؒ: اس حالت میں مردوں کے لئے خالص حریر پہننا جائز ہے۔ دلیل: آپ ﷺ نے حضرت زبیر اور عبدالرحمن بن عوف کو خارش وغیرہ کی وجہ سے حریر پہننے کی اجازت دی ہے۔
امام ابوحنیفہ و امام مالکؒ: کسی صورت میں خالص حریر کا استعمال جائز نہیں۔ دلیل: حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ریشم اور سونا میری امت کی عورتوں کے لئے حلال کیا گیا ہے اور مردوں پر حرام ہے۔ دلیل شافعی وغیرہ کا جواب: وہ حدیث حالت اضطرار پر محمول ہے یا یہ ان کی خصوصیت ہے۔

سوال: سونے چاندی کے علاوہ کسی دوسری دھات سے بنی انگوٹھی پہننے کا کیا حکم ہے؟
امام شافعیؒ: ان کا ایک قول عدم جواز کا اور ایک قول جواز کا ہے۔ دلیل: حضور ﷺ نے ایک آدمی سے کہا تھا کہ مہر میں دینے کے لئے کوئی چیز تلاش کر کے لے آؤ اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔ اس سے معلوم ہوا لوہے کی انگوٹھی جائز ہے۔
احناف: جائز نہیں ہے۔ دلیل: حضرت بریدہ کی روایت: ایک آدمی کے پاس پیتل اور لوہے کی انگوٹھی دیکھ کر حضور ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس سے معلوم ہوا لوہے اور پیتل کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں اور یہی حکم دوسری دھاتوں کا بھی ہے۔ دلیل شافعی کا جواب: اس میں لوہے کی انگوٹھی کا مالک بنانا مقصود ہے پہنانا مقصود نہیں، جبکہ مالک بنانا تو جائز ہے۔

کتاب الادب

سوال: کسی کے لئے تعظیماً و احتراماً کھڑے ہونے کا کیا حکم ہے؟
قول اول: عند البعض درست نہیں۔ دلیل: حضرت انس کی روایت ہے کہ صحابہ کرام کو حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ تھا، جب آپ تشریف لاتے وہ کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ اس کو پسند نہیں فرماتے۔
قولِ ثانی: عند البعض جائز ہے۔ دلیل: بعض احادیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ حضرت فاطمہ کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت عکرمہ کی آمد پر بھی رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، ان دلائل سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ قولِ ثانی کے دلائل کا جواب: یہ روایات ضعیف ہیں، ان سے استدلال جائز نہیں۔

☆......☆......☆

نام: محمد طلحہ

المعروف: محمد طلحہ ارشاد

پیدائش: 7/04/1998

شہر: خیر پور ٹامیوالی

ضلع: بہاولپور

مادری زبان: پنجابی

تعلیم: درس نظامی، ایم اے عربی، اسلامیات، اردو

فاضل: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

متخصص: مرکز اہلسنت والجماعت

ناظم اعلیٰ: مدرسہ عربیہ زینت القرآن

ڈائریکٹر: الارشاد اسلامک اکیڈمی پاکستان

چیف ایڈیٹر و بانی: ہفت روزہ جھلمل موتی

پیشہ: تعلیم و تعلم

پسندیدہ مضمون: فقہ

مشغلہ: مصنف، کالم نگار، مضمون نگار، کہانی نویس

رائٹر: روزنامہ اسلام، روزنامہ ایکسپریس، روزنامہ اکثریت

روزنامہ مناقب، روزنامہ طلوعِ پاکستان ہفت روزہ مشرق میگزین

ماہنامہ مسلمان بچے، ذوق وشوق وغیرہ